MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 26

شمارہ نمبر 12

اپریل 2026ء، شوال المکرم/ ذوالقعدہ 1447ھ

WWW.MIRRAT.COM

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اس شمارے میں:

مشرقِ وسطیٰ: علاقائی استحکام اور اجتماعی سلامتی

علامہ اقبالؒ اور شاندور پیٹوفی کی فکرِ انسانیت، آزادی اور حُبّ الوطنی

پاکستانی نوجوان اور شناختی بحران

مرشد کامل اور تربیتِ باطن: صوفیانہ رہنمائی کا کردار

اور دیگر تحقیقی و تجزیاتی مضامین

علم وٹیکنالوجی میں تیز رفتار ترقی
عصرِ حاضر کی بنیادی ضرورت ہے۔
پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے
علم وتحقیق کا فروغ
بقا اور استحکام کی ضمانت ہے۔
اقوام متحدہ کے ترقیاتی اہداف بھی واضح کرتے ہیں کہ
تعلیم، تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی
معاشی خودمختاری اور سماجی ترقی کی بنیاد ہیں۔
لہٰذا!
پاکستان میں معیاری تعلیم، سائنسی تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی کو فروغ
دے کر نوجوانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ضروری ہے
تاکہ پاکستان عالمی ترقی میں مؤثر کردار ادا کر سکے۔

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

اپریل 2026ء، شوال المکرم/ ذوالقعدہ 1447ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ: سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ • مفتی محمد شیر القادری • افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر: • محمد احمد رضا • واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

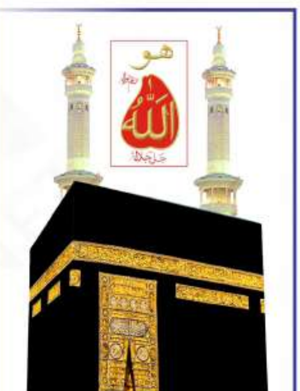

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	مشرقِ وسطیٰ: علاقائی استحکام اور اجتماعی سلامتی: ایک جائزہ	محمد طلحہ سلیم	6
4	بارودی سرنگوں کے خلاف شعور و آگاہی کا عالمی دن: مختصر جائزہ	احمد بن عبد الرحمٰن	13
5	بائیو کنور جنس	ندیم اقبال	18
	اقبالیات		
6	علامہ اقبالؒ اور شاندور پیٹوفی کی فکرِ انسانیت، آزادی اور حُبّ الوطنی: ایک تقابلی فلسفیانہ مطالعہ	ڈاکٹر عبد الباسط	22
	معاشرتی		
7	پاکستانی نوجوان اور شناختی بحران	محمد ذیشان دانش	26
	احکامِ شرع		
8	نمازِ استخارہ کے احکام	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	32
	تذکرہ		
9	محدث العصر امام ہشیم بن بشیر الواسطی (رحمۃ اللہ علیہ)	مفتی محمد صدیق خان قادری	34
	صلائے عام		
10	مرشد کامل اور تربیتِ باطن: صوفیانہ رہنمائی کا کردار	صاحبزادہ سلطان احمد علی	39
	باھو شناسی		
11	عین الفقر	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
12	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے   رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر HST-1/8-A سیمنٹ، کینال سٹی، کینال بنک روڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com

WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ ۙ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"

"پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب (علیہ السلام) کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (روشن ہو گئیں تو یعقوب (علیہ السلام) نے) کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ عزوجل کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے"-(یوسف:96)

حضرت ربیعہ بن کعب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں رات بسر کیا کرتا تھا (تو ایک رات) میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیلئے وضو اور حاجت کے لیے پانی لے کر آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: (جو چاہو) سوال کرو-تو میں نے عرض کی (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) میں جنت میں آپ کی رفاقت و معیت چاہتا ہوں- تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اس کے علاوہ؟ تو میں نے عرض کی یہی کافی ہے- تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تو اپنے معاملہ میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کر"-(صحیح مسلم، کِتَابُ الصلاۃ)

فرمان
سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)
سرِ سُبحانی محبوبِ ربّانی غوث الاعظم محی الدینؓ

"اے میرے بیٹے! تو مجھے اپنا آئینہ بنالے، اپنے دل کا آئینہ بنالے، اپنے باطن اور اعمال کا آئینہ بنالے، مجھ سے قریب ہو جا، یقینی طور پر میرے قُرب کی وجہ سے تو اپنے نفس میں وہ کچھ دیکھ سکے گا جو تُو مجھ سے دور رہنے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا، اپنے دین کے حوالے سے اگر تجھے کچھ پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھ، میں اللہ پاک کے دین کے حوالے سے تمہاری کوئی الجھن نہیں رہنے دوں گا، شریعت الٰہی کی تعمیل کے لئے میں نہایت بے باک اور بے جھجک ہوں- میں نے دین ایسے مضبوط ہاتھ والوں اور راسخ ارادے والوں سے سیکھا ہے جو نہ تو منافق تھے اور نہ ہی کوئی فائدہ اُٹھانے والے تھے (یعنی انتہائی مخلص تھے) تو اپنی دنیا چھوڑ آ اور میرے قریب ہو جا- یقینی طور پر میں آخرت کے دروازے پر کھڑا ہوں، میرے پاس ٹھہر، میری بات غور سے سُن اور جلد مرنے سے پہلے اس پر عمل کر"- (الفتح الربانی)

فرمان
حضرت سُلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ)
سُلطان العارفین

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے مَن وِچ مرشد لاندا ھو
جِس گت اتے سوہنا راضی ہوندا اوہو گت سِکھاندا ھو
ہر دم یاد رکھے ہر ویلے سوہنا اٹھاندا بہاندا ھو
آپ سمجھ سمجھیندا باھو آپ آپے بن جاندا ھو
(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ)

ایمان ، اتحاد، تنظیم

"ہماری صفوں میں کوئی بھی خلفشار تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے اور جو لوگ اپنے اختلافات کو بھلانے اور انہیں ختم کرنے کیلئے تیار نہیں وہ اس نازک مرحلے پر ہمارے مخالفین کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں- ہمیں اپنی ذاتی لڑائیوں کو خیر باد کہہ دینا چاہیے اور اپنی تنظیم کیلئے مضبوطی کے ساتھ متحد ہو کر کھڑے ہو جائیں"-(بمبئی، 30 جنوری، 1945ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ)

مردِ سپاہی ہے وہ اس کی زِرہ 'لَا اِلٰہ'
سایۂ شمشیر میں اس کہ پنہ 'لَا اِلٰہ'
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کُشا، کارساز
(بال جبریل)

ایران پر مسلط جنگ، خطے کی بگڑتی صورتحال اور اتحاد امت کی پکار

ایران کے ساتھ جاری مذاکرات کے دوران 28 فروری کو امریکہ اور اسرائیل نے ایران پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای سمیت متعدد رہنما شہید ہو چکے ہیں- اس کے بعد سے طرفین کی جانب سے ایک دوسرے پہ حملے جاری ہیں- مجموعی طور پہ ایران میں شہادتوں کی تعداد ہزاروں میں پہنچ چکی ہے- یہ امر کسی سے ڈھکا چھپا نہیں کہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کا ایجنڈا صرف ایران تک محدود نہیں بلکہ یہ صہیونی ایجنڈے کی بنا پہ ”ارضِ اسرائیل“ کے تصور کے تحت پورے مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدلنے کا منظم منصوبہ ہے- اسرائیل نے اپنی جارحانہ کارروائیوں کا دائرہ لبنان تک وسیع کیا ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد جان کی باری ہار چکے ہیں- ایران کی جوابی کارروائیوں میں اسرائیل کو اور خلیجی ممالک میں موجود امریکی تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا ہے- ساتھ ہی ساتھ ایران نے آبنائے ہرمز کو بھی بند کر دیا ہے- یہ جنگ اب صرف ایران، امریکہ اور اسرائیل تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے خلیج میں پھیل رہی ہے-

ایران کی جانب سے خطے کے ممالک بشمول سعودی عرب میں ہونے والے ڈرون اور میزائل حملوں نے ریاستِ پاکستان کو بھی شدید سفارتی چیلنج سے نبرد آزما کیا ہے- پاکستان نے جہاں ایران پہ اسرائیلی حملوں کی مذمت کی ہے وہیں سعودی عرب اور دیگر خلیجی ریاستوں پہ ہونے والے حملوں کی بھی مذمت کی ہے- پاکستان نے سلامتی کونسل سمیت سعودی عرب میں منعقدہ عرب و مسلم وزرائے خارجہ اجلاس میں بھی اپنا نقطہ نظر بھرپور پیش کیا ہے- تاہم یہ خدشہ بہر طور موجود ہے کہ اسرائیلی اور امریکی حملوں کے سبب پڑوسی برادر ملک ایران اور خلیجی ممالک کے مابین بڑھتے فاصلے خطے کو کسی بڑی تباہی کی جانب لے جا سکتے ہیں- بات چیت اور سفارتی ذرائع کے استعمال سے مسائل کا حل پاکستان کی پالیسی ہے- فنانشل ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق پاکستان، ترکیہ اور مصر کے ساتھ مل کر تنازعے کے حل لئے کردار ادا کر رہا ہے- ایسے میں پاکستان، ترکیہ، مصر اور چند دیگر ممالک کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے اور اس جنگ کو کسی طور مسلم ممالک کی آپسی جنگ میں تبدیل نہیں ہونے دینا چاہئے-

ایران جنگ سے قبل لیبیا، شام، عراق، فلسطین، یمن، سوڈان اور اردن کے حالات ہمارے سامنے ہیں- ان تمام تنازعات میں بظاہر اسباب مختلف ہو سکتے ہیں تاہم مسلمانوں کے خون کا ضیاع اور ان کے انفراسٹرکچر اور معاشروں کی تباہی سب میں مشترک ہے- اگر ہم گزشتہ چند دہائیوں کی تاریخ کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ موجودہ عالمی نظام کے تحت دنیا کے بیشتر ترقی پذیر ممالک بظاہر جغرافیائی حدود کے ساتھ خود کو خود مختار ریاستیں قرار دیتے ہیں، مگر در حقیقت ان کی معیشت، دفاعی حکمتِ عملی اور اہم پالیسی فیصلے

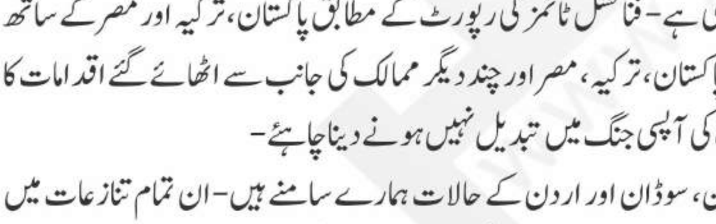

بڑی عالمی طاقتوں کے اثر و رسوخ سے طے پاتے ہیں- اسی نظام کے تحت عالمی مالیاتی اداروں نے ایسے ڈھانچے قائم کیے جن میں تیسری دنیا کے بیشتر ممالک معاشی طور پہ محتاج ہو کر رہ گئے ہیں- ورلڈ بینک کی رپورٹس کے مطابق 2024ء تک کئی ترقی پذیر ممالک اپنی قومی آمدنی کا 40 فیصد سے زیادہ حصہ صرف بیرونی قرضوں کے سود کی ادائیگی (Debt Servicing) پر خرچ کر رہے ہیں، اور

بد قسمتی سے ان ممالک میں پاکستان بھی شامل ہے۔ اگر ہم جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو مشرق وسطیٰ، افریقہ، جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا، یورپ اور لاطینی امریکہ کے وہ خطے جو ماضی میں نو آبادیاتی نظام کی لپیٹ میں رہے، جن میں بڑی تعداد مسلم ممالک کی ہے، ان کی اکثریت کسی نہ کسی طرح معاشی اور سیاسی حصار میں جکڑی ہوئی ہے۔

اسلامی دنیا کو اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے محض جذباتی نعروں کے بجائے ٹھوس سیاسی اقدامات کے ساتھ ساتھ سائنسی اور سٹریٹیجک اقدامات کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر تحقیق اور ٹیکنالوجی کے میدان میں فرق واضح ہے۔ عالمی رپورٹس کے مطابق اسرائیل اپنی مجموعی پیداوار (GDP) کا تقریباً 5.4 فیصد تحقیق و ترقی پر خرچ کرتا ہے جبکہ زیادہ تر مسلم ممالک اس مد میں ایک فیصد سے بھی کم سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی تعلیمی درجہ بندی میں مسلم دنیا کی کوئی یونیورسٹی دنیا کی بہترین پچاس جامعات میں شامل نہیں۔ جب تک مسلم ممالک علم، تحقیق اور ٹیکنالوجی کے میدان میں سنجیدہ اور مستقل سرمایہ کاری نہیں کریں گے، اس عدم توازن کو ختم کرنا ممکن نہیں ہو گا۔

اس تمام پس منظر میں مسلم دنیا کی ایک بڑی کمزوری داخلی انتشار بھی ہے۔ گزشتہ چند دہائیوں میں باہمی اختلافات اور سیاسی تقسیم نے امت کو کمزور کر دیا ہے۔ جب تک باہمی تنازعات میں مسلم دنیا تقسیم رہے گی، بیرونی طاقتوں کو مداخلت کے مواقع ملتے رہیں گے۔

ایک بڑی تبدیلی جو گزشتہ چند سال سے دیکھنے کو ملی ہے کہ ماقبل عالمی قانون اور عالمی اداروں کی موجودگی کہیں نہ کہیں محسوس کی جاتی تھی۔ اگرچہ یہ ادارے سامراجی طاقتوں کے سامنے بے بس ہی نظر آئے تاہم پھر بھی بڑی جنگوں اور تنازعات کو ان میں زیرِ بحث لایا جاتا رہا۔ اب تو حالات اس نہج پہ آ گئے ہیں کہ اقوام متحدہ سمیت تمام ادارے قریباً بے بس ہو چکے ہیں اور فقط بیانات تک محدود ہوتے جا رہے ہیں اور ”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کا محاورہ جو پس پردہ تھا، وہ سرِ عام کام کر رہا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب اسلامی ممالک کی علیحدہ علیحدہ باری لگائی جا رہی ہے سبھی اپنی باری پہ کچلے جا رہے ہیں۔ ایسے ماحول و حقائق کے روبرو ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم ممالک اپنے مسائل کے حل کے لیے خود باہمی مکالمہ اور مشترکہ حکمتِ عملی اختیار کریں۔ حالیہ برسوں میں مشرق وسطیٰ کی صورتحال اس حقیقت کی واضح مثال ہے کہ عالمی طاقتیں اکثر علاقائی تنازعات کو اپنے مفادات کے مطابق جنم بھی دیتی ہیں اور استعمال بھی کرتی ہیں۔ آج کے دور میں مسلم دنیا کے لیے سب سے بڑا چیلنج باہمی اتفاق رائے اور علمی، معاشی اور فکری خود مختاری حاصل کرنا ہے۔ جب تک علم، تحقیق، ٹیکنالوجی اور مضبوط داخلی اتحاد کو اپنی ترجیحات کا مرکز نہیں بنایا جائے گا، اس غیر مرئی سامراجی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا اور دیرپا قیامِ امن کا حصول ممکن نہیں ہو گا۔

مشرقِ وسطیٰ: علاقائی استحکام اور اجتماعی سلامتی

ایک جائزہ

محمد طلحہ سلیم

مشرقِ وسطیٰ (Middle East) ایک ایسا خطہ ہے جس کی جدید جغرافیائی حدود قدرتی نہیں بلکہ تاریخی، سیاسی اور عالمی طاقتوں کی پالیسیوں کے تحت تشکیل میں آئی ہے، اس خطے کی بڑی طاقتوں میں ایران، ترکی، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور اسرائیل شامل ہیں، جو عسکری، سیاسی اور نظریاتی سطح پر خطے کی سیاست کو متاثر کرتی ہیں- مشرقِ وسطیٰ مسلسل اسٹریٹیجک اور سیاسی عدم استحکام کا شکار رہا ہے جس کی بنیادی وجوہات جنگیں، فرقہ وارانہ کشیدگیاں، ریاستی کمزوری، داخلی تنازعات اور علاقائی رقابتیں ہیں- اس خطے میں مقتدر مغربی طاقتوں کا کردار انتہائی اہم رہا ہے، جہاں انکی مداخلت، عسکری موجودگی، اتحاد سازی اور وسائل خصوصاً توانائی کے مفادات نے خطے کی سیاست کو براہِ راست متاثر کیا ہے- بڑی طاقتوں کے رویے ہمیشہ توسیع پسندانہ ہوتے ہیں، جیسے ایشیاء، افریقہ اور شمالی امریکہ کی نو آبادیات، حالیہ تاریخ میں ساؤتھ چائنا سمندر، مشرقِ وسطیٰ، وینزویلا میں وسائل اور سیاست اور گرین لینڈ میں جغرافیائی اور اسٹریٹیجک اہمیت بھی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ عالمی طاقتیں مختلف خطوں کو اپنے مفادات کے زاویے سے دیکھتی ہیں- اسی تناظر میں یہ دلیل مضبوط ہوتی ہے کہ عالمی استحکام کیلئے انفرادی قومی سلامتی کے بجائے اجتماعی سلامتی کا تصور زیادہ مؤثر ہے- کیونکہ صرف مشترکہ تحفظ، تعاون اور باہمی ذمہ داری کے نظام کے ذریعے ہی خطوں میں پائیدار امن اور استحکام پیدا کیا جاسکتا ہے-[1]

مشرقِ وسطیٰ کی اسٹریٹیجک اہمیت:

14 مئی 1948ء کو تل ابیب (Tel Aviv) میں یہودی ایجنسی کے سربراہ ڈیوڈ بن گوریان (David Ben-Gurion) نے فلسطین کے سابق برطانوی زیرِ انتظام علاقے میں ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا اور اسی دن امریکہ کے صدر ہیری ایس ٹرومین (Harry S. Truman) نے اسے باقاعدہ تسلیم کر لیا- یہ قدم 1917ء کے بالفور اعلامیے اور اقوامِ متحدہ کی تقسیمِ فلسطین قرارداد 181 کے بعد اٹھایا گیا، جو 29 نومبر 1947ء کو منظور ہوئی تھی اور جس میں فلسطین کو ایک یہودی ریاست اور ایک عرب ریاست میں تقسیم کرنے کی سفارش کی گئی تھی- جبکہ یروشلم کو بین الاقوامی کنٹرول میں رکھنے کا کہا گیا تھا- اگرچہ امریکہ کے صدر فرینکلن ڈی روزویلٹ (Franklin D. Roosevelt) نے 1945ء میں عربوں کو یقین دہانی کرائی تھی کہ امریکہ اس معاملے میں یہودیوں اور عربوں دونوں سے مشورہ کیے بغیر مداخلت نہیں کرے گا- لیکن مغربی ممالک کی حمایت، دوسری جنگِ عظیم کے بعد ہولوکاسٹ کے انسانی المیے، اندرونی سیاسی دباؤ، سرد جنگ کے آغاز میں اسٹریٹیجک مفادات اور یہودی قومی وطن کے پہلے سے کیے گئے وعدوں کی وجہ سے سامنے آئی- محکمہ خارجہ کی اندرونی مخالفت اور خطے میں جنگ کے خدشات کے باوجود، برطانوی مینڈیٹ کے خاتمے پر صدر ٹرومین نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا- یہ مداخلتیں آج بھی دیکھی جاسکتی ہے-[2]

ریاستِ اسرائیل کے قیام کے بعد خطے کی سیاست اور سلامتی کے مباحث میں وقتاً فوقتاً ایسے بیانات بھی سامنے آئے ہیں جنہوں نے علاقائی خدشات کو تقویت دی ہے- اسرائیلی رہنما بن یامین نیتن یاہو (Benjamin Netanyahu)، مائیک ہکابی (Mike Huckabee)، ٹکر کارلسن (Tucker Carlson) اور یائر لاپیڈ (Yair Lapid) جیسے بعض رہنماؤں کے بیانات نے ایک ایسے نظریاتی تصور کو دوبارہ زندہ کیا ہے جو بائبلی دعوؤں (biblical claims) پر مبنی تاریخی سرزمین کے تصور سے جڑا ہوا ہے- اس تصور میں علامتی طور پر مصر، اردن، لبنان، شام، عراق اور سعودی عرب تک پھیلے ہوئے علاقے ہیں - جس سے عرب اور مسلم ریاستوں میں یہ خدشہ ہے کہ اسرائیل کی بڑھتی ہوئی طاقت خطے میں عسکریت (militarisation) میں اضافہ کر رہی ہے-[3]

[1]Marc Lynch, *What Is the Middle East? The Theory and Practice of Regions* (Cambridge: Cambridge University Press, 2025), https://doi.org/10.1017/9781009557870.

[2] Office of the Historian, U.S. Department of State, "The Creation of Israel, 1948," *Milestones in the History of U.S. Foreign Relations, 1945–1952.*

[3] Al Jazeera, "*What Is Greater Israel, and How Popular Is It Among Israelis?*," *Al Jazeera*, February 26, 2026, accessed March 1, 2026,

اسی تناظر میں ابراہیم معاہدات کو بھی دیکھا جاتا ہے، جو ڈونلڈ ٹرمپ کی قیادت میں امریکہ کی ثالثی سے ہونے والی ایک اسٹریٹیجک صف بندی (strategic realignment) تھے، جن کے تحت متحدہ عرب امارات، بحرین اور مراکش نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لائے- ان معاہدات کا مقصد ایک امریکہ نواز علاقائی سلامتی و معاشی بلاک (US-aligned regional bloc) قائم کرنا، ایران کو محدود کرنا، تجارت بڑھانا اور دفاعی تعاون کو فروغ دینا تھا- تاہم فلسطین کے مسئلے کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے روایتی عرب مؤقف، یعنی دو ریاستی حل (two-state solution) کمزور ہوا اور عرب عوام میں مخالفت پیدا ہوئی- غزہ جنگ، علاقائی عدم استحکام اور اسٹریٹیجک اختلافات کے باعث ان معاہدات کی توسیع، خصوصاً سعودی عرب کے ساتھ ممکنہ نارملائزیشن، غیر یقینی اور سیاسی طور پر محدود دکھائی دیتی ہے-[4]

مزید یہ کہ 2025ء میں اسرائیل کی فوجی کارروائیاں جغرافیائی لحاظ سے غیر معمولی حد تک وسیع اور شدید نوعیت کی رہی ہیں، جن میں کم از کم 10631 حملے مختلف محاذوں پر رپورٹ ہوئے، جن میں غزہ، مقبوضہ مغربی کنارہ (occupied West Bank)، لبنان، ایران، شام، یمن اور قطر شامل ہیں، جبکہ مالٹا، یونان اور تیونس کے قریب بین الاقوامی سمندری حدود میں بھی کارروائیاں ہوئیں- مجموعی طور پر یہ صورتحال مقامی تنازعے سے نکل کر کثیر محاذی علاقائی جنگی حکمتِ عملی (multi-front regional war posture) کی طرف اشارہ کرتی ہے، جس میں جنگ بندی کی خلاف ورزیاں، شہری ہلاکتیں، بڑے پیمانے پر نقل مکانی اور سرحد پار عسکری اقدامات شامل ہیں اور جو مشرقِ وسطیٰ سمیت وسیع تر خطے کی سلامتی کی حرکیات (regional security dynamics) کو متاثر کر رہے ہیں-[5]

مزید یہ کہ، بحیرۂ احمر (Red Sea) ایشیا، افریقہ اور یورپ کو ملانے والا ایک نہایت اہم سمندری راستہ ہے جو باب المندب اور نہر سویز (Suez Canal) کے ذریعے عالمی تجارت کی شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے- دنیا کی تقریباً 12 فیصد سمندری تجارت نہر سویز سے گزرتی ہے جبکہ باب المندب سے ہر سال ہزاروں جہاز اور روزانہ لاکھوں بیرل تیل منتقل ہوتا ہے، اس لیے یہ راستہ عالمی معیشت اور توانائی کی ترسیل کے لیے انتہائی اہم ہے- اسی وجہ سے امریکہ، یورپی ممالک، چین اور علاقائی طاقتیں یہاں اپنی بحری موجودگی (Naval Presence) برقرار رکھتی ہیں-[6]

یمن، جو بحیرۂ احمر کے کنارے واقع ہے، طویل جنگ اور سیاسی عدم استحکام کا شکار رہا ہے- 2014-15ء میں حوثیوں (Houthis) کے اقتدار پر قبضے کے بعد سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے 2015ء میں ایک مشترکہ اتحاد (Saudi-UAE Coalition) قائم کیا، جسے مغربی حمایت بھی حاصل تھی- حوثیوں کو ایران کا حمایت یافتہ گروہ سمجھا جاتا ہے، جس سے علاقائی کشیدگی میں اضافہ ہوا- 2025ء میں یمن کی صورتحال مزید پیچیدہ ہوگئی کیونکہ سعودی عرب اور یو اے ای کے مفادات میں اختلافات سامنے آئے- یمن میں سعودی عرب بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ حکومت اور صدارتی قیادت کونسل کی حمایت کرتا ہے، جبکہ متحدہ عرب امارات علیحدگی پسند جنوبی عبوری کونسل (Southern Transitional Council – STC) کی پشت پناہی کرتا ہے- اسی دوران اسرائیل کے فضائی حملوں اور حوثیوں کی جانب سے ڈرون اور میزائل حملوں نے بحیرۂ احمر کی سلامتی کو مزید متاثر کیا، جس سے یمن کا بحران ایک وسیع علاقائی تنازعہ بن چکا ہے اور اس کے اثرات عالمی تجارت اور خطے کے امن پر براہِ راست مرتب ہو رہے ہیں-[7]

مزید برآں، مشرقِ وسطیٰ عالمی توانائی اور زرعی معیشت میں بھی مرکزی حیثیت رکھتا ہے- اس خطے کے پاس دنیا کے ثابت شدہ تیل کے ذخائر (proven oil reserves) کا تقریباً 48 فیصد موجود ہے، جن میں سعودی عرب، عراق اور متحدہ عرب امارات سر فہرست ہیں، جبکہ عالمی قدرتی گیس (natural gas) کے

https://www.aljazeera.com/news/2026/2/26/what-is-greater-israel-and-how-popular-is-it-among-israelis.

[4] Middle East Institute, "*The Abraham Accords: Background and Context*," *MEI.edu*, accessed March 1, 2026, https://mei.edu/backgrounder/abraham-accords/.

[5] Al Jazeera, "*All the Countries Israel Attacked in 2025 — Animated Map*," *Al Jazeera*, December 29, 2025, accessed March 1, 2026, https://www.aljazeera.com/news/longform/2025/12/29/all-the-countries-israel-attacked-in-2025-animated-map.

[6] International Crisis Group, Calming the Red Sea's Turbulent Waters, Middle East Report No. 248, March 21, 2025, https://www.crisisgroup.org/middle-east-north-africa/gulf-and-arabian-peninsula/red-sea-turbulent-waters

[7] Council on Foreign Relations, "War in Yemen," Global Conflict Tracker, accessed February 26, 2026, https://www.cfr.org/global-conflict-tracker/conflict/war-yemen?utm_source

ذخائر کا تقریباً 40 فیصد حصہ ایران اور قطر میں پایا جاتا ہے- ہائیڈروکاربن کے علاوہ یہ خطہ عالمی غذائی تحفظ (global food security) کیلئے بھی نہایت اہم ہے کیونکہ دنیا کے فاسفیٹ (phosphate) کے ذخائر کا 50 فیصد سے زائد حصہ مراکش، اردن اور مصر میں موجود ہے، جو بڑی سپلائی کرنے والی ریاستیں ہیں- اس کے ساتھ ساتھ، مشرقِ وسطیٰ تیزی سے اپنی توانائی کی حکمتِ عملی کو متنوع (energy diversification) بنا رہا ہے اور شمسی توانائی کے وسیع امکانات سے فائدہ اٹھا رہا ہے، جو عالمی شمسی صلاحیت کا تقریباً 25 فیصد بنتے ہیں، جبکہ سعودی عرب، یو اے ای اور عمان میں اس شعبے میں بڑی تبدیلیاں جاری ہیں-[8]

سعودی عرب کا کردار:

مشرقِ وسطیٰ میں حالیہ حالات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امن اور سیکیورٹی کس قدر نازک اور غیر یقینی ہو چکی ہے- قطر، جو امریکہ کا قریبی اتحادی ہے اور جہاں امریکی فوجی اڈے اور بحری اثاثے موجود ہیں، اس کے باوجود 9 ستمبر 2025ء کو دوحہ میں حملہ ہوا اور چھ افراد مارے گئے، جبکہ اسی وقت قطر مسلسل جنگ کے خاتمے کے لیے حماس اور اسرائیل کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر رہا تھا، تو یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت بن گیا کہ بڑی طاقتوں کی موجودگی بھی مکمل تحفظ کی ضمانت نہیں دی جا سکتی- اسی واقعہ کے بعد مسلم ممالک میں شدید ردِ عمل سامنے آیا اور او آئی سی کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا، جس میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف اجتماعی مزاحمت کا اظہار کیا گیا- یہ صورتحال اس سوچ کو تقویت دیتی ہے کہ انفرادی ریاستی سیکیورٹی کے بجائے اجتماعی سیکیورٹی زیادہ مؤثر حکمتِ عملی ہے اور اسی تناظر میں سعودی عرب نے اپنی دفاعی پالیسی پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ ایک منظم دفاعی شراکت داری کی بنیاد رکھی-[9]

اسی حکمتِ عملی کے تحت پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان اسٹریٹجک میوچوئل ڈیفنس ایگریمنٹ پر 17 ستمبر 2025ء کو دستخط کیے گئے، جو ریاض میں سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اور پاکستان کے وزیرِ اعظم شہباز شریف کے درمیان طے پایا- اس معاہدے کے مطابق: "ایک ملک پر حملہ دونوں ممالک پر حملہ تصور کیا جائے گا"- اس معاہدے میں مشترکہ دفاع، انٹیلیجنس شیئرنگ، فوجی تربیت اور دفاعی تعاون کو ادارہ جاتی شکل دی گئی ہے- دفاعی ماہرین کے مطابق یہ معاہدہ صرف دو ریاستوں کے درمیان تعلقات تک محدود نہیں بلکہ مشرقِ وسطیٰ کی نئی سیکیورٹی آرکیٹیکچر کی بنیاد رکھتا ہے، جہاں اب ریاستیں بیرونی طاقتوں پر مکمل انحصار کے بجائے علاقائی اور اسلامی شراکت داریوں کے ذریعے اپنی سلامتی کو یقینی بنانے کی طرف بڑھ رہی ہیں-[10]

متحدہ عرب امارات کا کردار:

خطے کی سلامتی کی صورتحال نے متحدہ عرب امارات کو اپنی علاقائی حکمتِ عملی پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کیا، کیونکہ یمن، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے درمیان بڑھتی ہوئی تزویراتی رقابت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے- اگرچہ 2015ء میں دونوں ممالک نے ایرانی حمایت یافتہ حوثیوں کے خلاف مشترکہ طور پر کارروائی کی تھی، لیکن وقت کے ساتھ ان کی ترجیحات مختلف ہوتی گئیں اور ان کا اتحاد کمزور پڑ گیا-

2025ء کے آخر میں صورتِ حال اس وقت مزید کشیدہ ہو گئی جب امارات کی حمایت یافتہ ایک علیحدگی پسند جماعت نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا جو سعودی حمایت یافتہ گروہوں کے زیرِ کنٹرول تھے- اس کے جواب میں سعودی عرب نے امارات کے اسلحہ کے ایک ذخیرے کو نشانہ بنایا، جس کے بعد امارات نے اپنی افواج یمن سے واپس بلا لیں- اس طرح یمن، باہمی تعاون کے میدان سے نکل کر دونوں ممالک کے درمیان بالواسطہ طاقت کی کشمکش کا مرکز بن گیا[11] جس کے نتیجے میں امارات نے صرف روایتی علاقائی شراکت داری پر انحصار کو خطرناک تسلیم کیا- اسی تناظر میں امارات نے اپنی پالیسی کو وسعت دی اور ایسے نئے شراکت داروں کی تلاش شروع کی جو اسے سیاسی توازن، دفاعی تحفظ اور معاشی استحکام فراہم کر سکیں-

[8] International Energy Agency (IEA), *World Energy Investment 2025*, "Middle East" section, IEA, Paris, accessed March 1, 2026, https://www.iea.org/reports/world-energy-investment-2025/middle-east.

[9] Kristian Coates Ulrichsen, *"Israel's Attack on Qatar and the Failure of GCC Defense Cooperation,"* Arab Center Washington DC, October 14, 2025, https://arabcenterdc.org/resource/israels-attack-on-qatar-and-the-failure-of-gcc-defense-cooperation/.

[10] *"Pakistan says defense pact with Saudi Arabia elevated brotherly ties to 'new heights,'" Arab News Pakistan*, February 25, 2026, https://www.arabnews.pk/node/2634433/pakistan.

[11] Jonathan Panikoff, "The Real Risks of the Saudi-UAE Feud: Regional Rivalry Will Raise Tensions Far Beyond the Gulf," *Foreign Affairs*, February 6, 2026

اسی حکمتِ عملی کے تسلسل میں امارات نے بھارت کے ساتھ تعلقات کو ایک نئے درجے تک پہنچایا، جو ''بُچر آف گجرات'' نریندر مودی اور محمد بن زاید النہیان کی ملاقاتوں اور معاہدات کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ پیش رفت محض تجارت یا دفاعی تعاون تک محدود نہیں بلکہ خطے میں طاقت کے توازن کی نئی تشکیل کی علامت ہے۔ امارات اس راستے سے ایک ایسے شراکت دار کی طرف بڑھ رہا ہے جو اسے علاقائی تنازعات، سعودی دباؤ اور غیر یقینی سلامتی کے ماحول میں سیاسی استحکام، خود مختاری اور بقا کی ضمانت دے سکے۔ یوں بھارت کے ساتھ مضبوط تعلق دراصل امارات کی اس وسیع تر حکمتِ عملی کا حصہ ہے[12]

ایران اسرائیل کے درمیان کشیدگی:

گزشتہ 15 برسوں میں مشرقِ وسطیٰ میں ایران اور اسرائیل کے درمیان جاری سائے کی جنگ (Shadow War)[13] ایک خفیہ تنازعہ سے بڑھ کر براہِ راست اور ہولناک تصادم میں بدل چکی ہے۔ اس کشیدگی کا آغاز 2010ء میں اسٹکس نیٹ (Stuxnet)[14] جیسے پیچیدہ سائبر حملوں سے ہوا، جس نے ایران کے نتنز جوہری مرکز کو شدید نقصان پہنچایا۔[15] اس کے بعد اسرائیل نے بیریئر ڈاکٹرائن[16] کے تحت ایران میں متعدد خفیہ آپریشنز کیے، جن میں اہم جوہری سائنسدانوں کی ٹارگٹ کلنگ اور ڈرون حملے شامل تھے تاکہ ایران کو جوہری ہتھیار بنانے سے روکا جاسکے۔[17] اسرائیل کا مؤقف ہمیشہ یہی رہا ہے کہ ایک جوہری ایران اس کی بقا کے لیے وجودی خطرہ ہے، جبکہ ایران کا کہنا ہے کہ اس کا پروگرام مکمل طور پر پُر امن مقاصد کیلئے ہے۔[18]

جون 2025ء میں کشیدگی نے ایک نیا اور خطرناک رخ اختیار کیا جب اسرائیل نے ''آپریشن رائزنگ لائن'' کے نام سے ایران کے جوہری اور دفاعی انفراسٹرکچر پر براہِ راست فضائی حملے کیے۔ ان حملوں میں ایران کے میزائل سسٹمز اور جوہری تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا، جس کے جواب میں ایران نے اسرائیل پر بیلسٹک میزائل داغے۔[19] یہ پہلا موقع تھا جب دہائیوں پر محیط خفیہ جنگ ایک کھلے میدانِ جنگ میں تبدیل ہوئی، جس کے نتیجے میں دونوں جانب انسانی جانوں کا ضیاع اور معاشی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچا۔ اسرائیل کی یہ حکمتِ عملی صرف دفاع تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ خطے میں اپنی بالادستی (hegemony) قائم کرنے کیلئے لبنان میں حزب اللہ اور شام و یمن میں ایرانی اثر و رسوخ کو کمزور کرنے کی کوشش ہے۔[20]

28 فروری 2026ء کو امریکہ اور اسرائیل نے ایران کے خلاف ایک بڑا فوجی حملہ شروع کیا، جسے بالترتیب آپریشن ایپک فیوری (Operation Epic Fury) اور آپریشن روئرنگ لائن (Operation Roaring Lion) کا نام دیا گیا۔ اس کارروائی کے نتیجے میں تہران میں موجود رہائش گاہ پر ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای (Ayatollah Ali Khamenei) کی شہادت کی تصدیق کی گئی ہے۔ ایرانی سرکاری میڈیا نے سپریم لیڈر کے ساتھ ساتھ دیگر اعلیٰ حکام، بشمول پاسدارانِ انقلاب (Islamic Revolutionary Guard Corps – IRGC) کے سربراہ کی شہادت کی بھی تصدیق کی ہے۔

اس کے فوری ردِ عمل میں ایران نے اپنی تاریخ کا ''سب سے شدید'' حملہ قرار دیتے ہوئے مشرقِ وسطیٰ میں موجود 27 امریکی فوجی اڈوں پر بیلسٹک میزائل اور ڈرونز کے ذریعے حملے کیے، جن میں بحرین، قطر، کویت اور متحدہ عرب امارات کے اڈے شامل تھے، جبکہ اسرائیل کے فوجی ہیڈکوارٹرز کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور اسرائیلی وزیرِ اعظم بن یامین نیتن یاہو نے ان حملوں کو

[12] Middle East Eye. "India and UAE Sign Mega Defence Pact, Agree to Deepen Nuclear Cooperation." January 20, 2026.

[13] Shadow War وہ خفیہ یا پوشیدہ جنگ ہے جس میں دونوں ممالک براہِ راست نہیں لڑتے بلکہ جاسوسی، سائبر حملے اور خفیہ آپریشنز کے ذریعے ایک دوسرے کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں

[14] Stuxnet ایک بہت پیچیدہ کمپیوٹر وائرس تھا جس کا مقصد ایران کے جوہری سنٹری فیوجز (centrifuges) کو خراب کرنا اور انہیں غیر معمولی رفتار سے گھمانا تھا

[15] The Iran Primer. (2021, April 12). Israeli sabotage of Iran's nuclear program. https://iranprimer.usip.org/blog/2021/apr/12/israeli-sabotage-iran%E2%80%99s-nuclear-program

[16] Barrier Doctrine ایک اسرائیلی حکمتِ عملی ہے جس کا مقصد ایران کے جوہری پروگرام اور فوجی طاقت کو محدود کر کے خطے میں اپنی حفاظت اور بالادستی قائم کرنا ہے

[17] Citrinowicz, D. (2026, February 23). Israel's strategic consensus on Iran — and its risks. Stimson Center. https://www.stimson.org/2026/israels-strategic-consensus-on-iran-and-its-risks/

[18] Royal United Services Institute (RUSI). (2026). Understanding the Israel-Iran conflict. https://www.rusi.org/explore-our-research/publications/commentary/understanding-israel-iran-conflict

[19] Borger, J., Beaumont, P., & Parent, D. (2025, June 13). Israeli strikes hit more than 100 targets in Iran including nuclear facilities. The Guardian. https://www.theguardian.com/world/2025/jun/13/israel-strikes-iran-nuclear-program-netanyahu

[20] Public Seminar. (2025, April). The vision of hegemony driving Israel's regional policy. https://publicseminar.org/2025/04/israel-and-iran-foreign-policy/

جوہری کشیدگی کو روکنے اور ممکنہ نظام کی تبدیلی کی حوصلہ افزائی کیلئے پیشگی اقدام قرار دیا ہے۔[21]

امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران پر کیے گئے حملوں، جن میں سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای اور کئی اعلیٰ حکام کی شہادت کی اطلاعات ہیں، نے پورے خطے کو شدید عدم استحکام سے دوچار کر دیا ہے۔ اگرچہ امریکی حکام اسے ''رجیم چینج وار''[22] قرار نہیں دے رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کی اعلیٰ قیادت کو نشانہ بنانا کھلی مداخلت اور خودمختاری کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایران نے نہ صرف اسرائیل بلکہ خلیجی ممالک اور امریکی اڈوں کو بھی نشانہ بنایا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تنازع اب دو ملکوں تک محدود نہیں رہا بلکہ پورے مشرقِ وسطیٰ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔[23] سینکڑوں ایرانی شہریوں، جن میں بچے بھی شامل ہیں، کی ہلاکت اس بات کی یاد دہانی ہے کہ جنگ کا اصل نقصان عام انسانوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

اس جنگ کے فوری اثرات خطے کی سلامتی پر نمایاں ہو رہے ہیں۔ آبنائے ہرمز[24] میں تیل کی ترسیل تقریباً رک گئی ہے اور عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں کم از کم 8 فیصد اضافہ ہوا ہے، جو عالمی معیشت کیلئے خطرناک اشارہ ہے۔ ایران کی جانب سے قطر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دیگر ممالک میں حملوں نے خلیجی ریاستوں کو ایک نئی سیکیورٹی سوچ اپنانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر ایران میں قیادت کا خلا پیدا ہوتا ہے یا ریاستی ڈھانچہ کمزور ہوتا ہے تو عراق اور لیبیا کی طرح طاقت کا خلا شدت پسند گروہوں اور علاقائی پراکسی جنگوں[25] کو جنم دے سکتا ہے، جو پورے خطے کیلئے طویل المدتی خطرہ بن سکتا ہے۔[26]

سیاسی سطح پر بھی صورتحال پیچیدہ ہے۔ ایک طرف امریکی صدر مذاکرات کی بات کر رہے ہیں، تو دوسری طرف ایران نے بات چیت سے انکار کیا ہے۔ اقوامِ متحدہ نے ان حملوں کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے فوری کشیدگی کم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر امریکہ اور اسرائیل کی پالیسی طاقت کے ذریعے حل تلاش کرنے پر قائم رہی تو اس سے نہ صرف خطے میں امریکہ کے اتحادی دباؤ میں آئیں گے بلکہ عالمی سطح پر اعتماد اور سفارتی توازن بھی متاثر ہوگا۔ مشرقِ وسطیٰ کی پائیدار سلامتی صرف فوجی کارروائیوں سے نہیں بلکہ سنجیدہ مذاکرات علاقائی خودمختاری کے احترام اور انسانی جانوں کے تحفظ سے ہی ممکن ہے۔[27]

فلسطین میں اسرائیلی مظالم:

فلسطین میں اسرائیلی مظالم کی تاریخ دہائیوں پر محیط ہے۔ مقبوضہ علاقوں میں غیر قانونی بستیوں کی تعمیر، زمینوں پر زبردستی قبضے اور شہریوں کے حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں نے فلسطینیوں کی روزمرہ زندگی کو مسلسل مشکلات کا شکار بنایا ہوا ہے۔ انسانی حقوق کی معتبر تنظیمیں تسلیم کرتی ہیں کہ فلسطینیوں کو بنیادی شہری حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اور ان کے خلاف نسلی امتیاز کیا جاتا ہے۔ 2023ء کے بعد جاری عسکری کارروائیوں نے ان مظالم کو ایک نئے اور ہولناک درجے تک پہنچا دیا ہے۔ غزہ پٹی (Gaza Strip) پر اسرائیل کی بھاری بمباری اور مکمل محاصرے نے شہری ڈھانچے کو بری طرح تباہ کر دیا ہے، جس سے ہسپتال، اسکول اور پانی و بجلی کی تنصیبات ناکارہ ہو گئی ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی عالمی عدالتِ انصاف (ICJ) اور بین الاقوامی فوجداری عدالت (ICC) میں جنگی جرائم اور نسل کشی کے الزامات زیرِ سماعت ہیں، بین الاقوامی ادارے اور تنظیمیں بھی اس بات کا

---

[21] BBC News, "*What We Know About the Joint US-Israel Attack on Iran*," *BBC*, February 29, 2026, accessed March 1, 2026, https://www.bbc.com/news/articles/cx2dyz6p3weo.

[22] Regime Change War: ایسی جنگ جس کا مقصد کسی ملک کی موجودہ حکومت یا قیادت کو ختم کر کے نئی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے

[23] Council on Foreign Relations. (2026, March 2). *War spreads across the Middle East.* https://www.cfr.org/articles/war-spreads-across-middle-east

[24] آبنائے ہرمز (Strait of Hormuz): یہ ایک تنگ سمندری گزرگاہ ہے جو خلیج فارس (Persian Gulf) کو عمان کی خلیج (Gulf of Oman) سے جوڑتی ہے اور عالمی تیل کی ترسیل کے لیے انتہائی اہم ہے۔

[25] Regional proxy wars علاقائی پراکسی جنگیں: (ایسی جنگیں جہاں ممالک براہِ راست لڑنے کے بجائے دوسرے گروہوں یا ملکوں کو سپورٹ کر کے اپنا اثرورسوخ بڑھاتے ہیں)

[26] Atlantic Council. (2026). *Experts react: How the US war with Iran is playing out around the Middle East.* https://www.atlanticcouncil.org/dispatches/experts-react-how-the-us-war-with-iran-is-playing-out-around-the-middle-east/

[27] Al Jazeera. (2026, March 2). *Ayatollah Ali Khamenei's assassination will likely backfire. Here is why.* https://www.aljazeera.com/opinions/2026/3/2/ayatollah-ali-khameneis-assassination-will-likely-backfire-here-is-why

اعتراف کرتی ہیں کہ اسرائیل غزہ میں نسل کشی کا ارتکاب کر رہا ہے۔[28]

انسانی حقوق کی مختلف رپورٹس کے مطابق، خوراک اور پانی کی فراہمی کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کے اقدامات نے غزہ میں انسانی تباہی کو مزید بڑھا دیا ہے۔ امریکہ نے تاریخی طور پر اسرائیل کی فوجی، مالی اور سفارتی سطح پر غیر مشروط حمایت جاری رکھی ہے، جو خطے میں اسرائیلی بالادستی کو برقرار رکھنے کا بنیادی ستون ہے۔ سالانہ اربوں ڈالر کی فوجی امداد اور اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) میں ویٹو پاور کا استعمال کر کے امریکہ نے اسرائیل کو عالمی احتساب سے تحفظ فراہم کیا ہے۔[29] فروری 2026ء کے تازہ ترین حالات کے مطابق، امریکی انتظامیہ کے "سیف زونز" کے قیام کے دعووں کے باوجود مہلک ترین ہتھیاروں کی فراہمی مسلسل جاری رہی، جس نے اسرائیل کی توسیعی پسندانہ (Expansionist) اور جارحانہ پالیسیوں کو تقویت بخشی۔

فروری 2026ء میں غزہ کے انسانی بحران کو حل کرنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کچھ نئے اقدامات کیے گئے ہیں۔ ان میں "غزہ پیس بورڈز" جیسے پلیٹ فارمز شامل ہیں جن کی بنیاد جنوری 2026ء میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی سربراہی میں رکھی گئی۔ ان بورڈز کا مقصد تمام فریقین کو ایک میز پر لا کر فوری جنگ بندی، انسانی امداد کی ترسیل اور تعمیرِ نو کیلئے ایک مساوی حکمتِ عملی (Equitable Strategy) مرتب کرنا ہے۔[30] اسی طرح، اقوامِ متحدہ نے ایک "ایمرجنسی پیس فریم ورک" پر زور دیا ہے جس میں سرحدی امن زونز اور بلا تعطل امدادی راہداریوں کا قیام شامل ہے، تاہم اسرائیلی سیکیورٹی تحفظات کے باعث ان تجاویز پر عمل درآمد میں بدستور رکاوٹیں حائل ہیں۔[31]

تنقیدی جائزہ:

مشرقِ وسطیٰ کی اسٹریٹیجک اہمیت کئی دہائیوں سے عالمی جغرافیائی سیاست (global geopolitics) کا بنیادی ستون رہی ہے، کیونکہ یہ خطہ ایک طرف عسکری کشیدگی کا مرکز اور دوسری طرف عالمی معیشت کا اہم ذریعہ رہا ہے۔ سرد جنگ (Cold War) کے دوران یہ خطہ سپر پاورز کے درمیان جوہری مقابلہ آرائی (nuclear standoff) میں ایک اہم حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ مثال کے طور پر 1962ء کا کیوبن میزائل بحران (Cuban Missile Crisis) اسی وقت حل ہوا جب امریکہ نے خفیہ طور پر اس بات پر رضا مندی ظاہر کی کہ وہ ترکی (Turkey) جو نیٹو (NATO) کا اتحادی اور مشرقِ وسطیٰ کے قریب واقع ملک ہے، اس سے اپنے جوپیٹر جوہری میزائل ہٹالے گا اور اس کے بدلے سوویت یونین نے کیوبا سے اپنے میزائل واپس لے لیے تھے۔[32]

اس کے علاوہ، خطے میں موجود توانائی کے وسائل نے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ کیا ہے، خاص طور پر 1973ء کے تیل پابندی بحران (Oil Embargo 1973) کے دوران، جب اوپیک (OPEC) کے عرب رکن ممالک نے یومِ کپور جنگ (Yom Kippur War) میں اسرائیل کی حمایت کے ردِ عمل میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو تیل کی ترسیل روکا اور اسے "تیل کے ہتھیار" کے طور پر استعمال کیا۔ جس سے عالمی سطح پر شدید معاشی بحران پیدا ہوا، تیل کی قیمتیں چار گنا بڑھ گئیں اور مغربی ممالک کو اپنی توانائی کی سلامتی اور مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ سفارتی تعلقات پر مستقل نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔[33]

بھارت کے وزیرِ اعظم نریندر مودی کا 25-26 فروری 2026ء کو اسرائیل کا دورہ اُس منصوبے کے پس منظر میں سمجھنا چاہیے جسے اسرائیل کے وزیرِ اعظم بنیامین نیتن یاہو (Benjamin Netanyahu) نے "ہیکساگون آف الائنسز" کا نام دیا۔ اس منصوبے میں بھارت کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے، جبکہ یونان (Greece) اور قبرص (Cyprus) سمیت چند عرب، افریقی اور ایشیائی ممالک کو بھی شامل کرنے کی بات کی گئی ہے۔ یہ دورہ اس طرف بھی اشارہ دیتا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کی سیاست صرف نظریاتی

[28]Oxfam International. *Occupied Palestinian Territory and Israel – Oxfam*. https://www.oxfam.org/en/what-we-do/countries/occupied-palestinian-territory-and-israel

[29]Council on Foreign Relations. (2024). *U.S. Aid to Israel in Four Charts*. cfr.org/article/us-aid-israel-four-charts

[30]Ferragamo, M. (2026, February 24). *A guide to the Gaza peace deal*. Council on Foreign Relations. https://www.cfr.org/articles/guide-trumps-twenty-point-gaza-peace-deal

[31]*Office of the Historian, United States Department of State*, "*Milestones: 1961–1968 — The Cuban Missile Crisis, October 1962*," accessed March 1, 2026, https://history.state.gov/milestones/1961-1968/cuban-missile-crisis.

[32]*Office of the Historian, United States Department of State*, "*Milestones: 1961–1968 — The Cuban Missile Crisis, October 1962*," accessed March 1, 2026, https://history.state.gov/milestones/1961-1968/cuban-missile-crisis.

[33]*Office of the Historian, United States Department of State*, "*Milestones: 1969–1976 — Oil Embargo, 1973–1974*," accessed March 1, 2026, https://history.state.gov/milestones/1969-1976/oil-embargo.

بنیادوں پر نہیں بلکہ سکیورٹی اور مفادات پر مبنی نئے اتحادوں کی طرف جا رہی ہے۔ اسرائیل بھارت کو بحیرہ روم (Mediterranean) سے لے کر ہند و بحر الکاہل (Indo-Pacific) تک ایک پل کے طور پر دیکھ رہا ہے، تاکہ وہ ایران (Iran) کی قیادت میں بننے والے شیعہ محور (Shia Axis) اور اسرائیل پر تنقید کرنے والے ممکنہ سنی محور (Sunni Axis) کا مقابلہ کر سکے۔ اس دورے سے بھارت کا کردار خطے میں بڑھ گیا۔

اس تبدیلی کے بعد خطے میں نئے اتحاد واضح ہونے لگے ہیں۔ اسرائیل (Israel) نے نہ صرف یونان (Greece) اور قبرص (Cyprus) سے تعلقات مضبوط کیے بلکہ خلیجی ممالک سے بھی روابط بڑھائے، جو اب پرانے عرب اتحادوں تک محدود نہیں رہے۔ دوسری طرف ترکی (Turkiye) اسرائیل کی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کر رہا ہے، جبکہ سعودی عرب نے 2025ء میں پاکستان کے ساتھ اسٹریٹجک میوچل ڈیفنس معاہدہ کیا، جس سے ایک الگ سکیورٹی تعاون کا ڈھانچہ بن رہا ہے۔ خلیج تعاون کونسل کے ممالک اسرائیل، بھارت اور اپنے روایتی اتحادیوں کے درمیان توازن قائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ متحدہ عرب امارات نے بھی بھارت کے ساتھ تعلقات مزید مضبوط کیے ہیں۔ اس طرح خطے میں واضح تقسیم کے بجائے مختلف اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اتحاد سامنے آ رہے ہیں۔

پاکستان کے لیے یہ صورتحال زیادہ پیچیدہ ہو گئی ہے۔ ایک طرف اسے سعودی عرب کے ساتھ دفاعی وعدے نبھانے ہیں، دوسری طرف ایران کے ساتھ تعلقات بھی برقرار رکھنے ہیں، خاص طور پر جب امریکا اور اسرائیل کی ایران کے ساتھ کشیدگی بڑھ رہی ہو۔ پاکستان کی معیشت بڑی حد تک خلیجی ممالک پر انحصار کرتی ہے، اس لیے اسے بہت محتاط پالیسی اپنانا ہوگی۔ بھارت اور اسرائیل کے بڑھتے ہوئے تعلقات پاکستان کیلئے سکیورٹی کے خدشات بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مودی کا یہ دورہ صرف دو ملکوں کے تعلقات تک محدود نہیں بلکہ اس نے پورے مشرقِ وسطیٰ کی سیاست پر اثر ڈالا ہے، جس کا اثر پاکستان کی خارجہ پالیسی پر بھی پڑ رہا ہے۔[34]

امریکہ اور چین کے درمیان نایاب معدنیات اور جدید ٹیکنالوجی پر بڑھتی ہوئی مسابقت نے ایک نئی ''گریٹ گیم'' کو جنم دیا ہے۔ اس غیر یقینی صورتِ حال کے ردِ عمل میں یورپی رہنماؤں، خصوصاً فرانس کے صدر ایمانوئل میکرون، نے یورپ کی دفاعی خود مختاری کا مطالبہ کیا تاکہ یورپ اپنی سلامتی کے معاملات میں امریکہ پر مکمل انحصار نہ کرے۔[35] اسی طرح مشرقِ وسطیٰ میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات بھی اپنی سیکیورٹی شراکت داریوں کو متنوع بنا رہے ہیں۔ اس تمام پیش رفت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا تیزی سے ایک کثیر قطبی نظام کی طرف بڑھ رہی ہے، جہاں ریاستیں غیر یقینی اور طاقت کی سیاست پر مبنی ماحول میں اپنے مفادات کا تحفظ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔[36]

اختتامیہ:

مشرقِ وسطیٰ میں علاقائی استحکام اور اجتماعی سلامتی کا سوال محض نظری مباحث تک محدود نہیں بلکہ بقا اور خود مختاری سے جڑا ہوا عملی چیلنج ہے۔ وینزویلا کے خلاف امریکی اقدامات اور اس کے برعکس گرین لینڈ کے معاملے پر یورپی اتحاد کا مشترکہ مؤقف اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ جہاں اتحاد کمزور ہو وہاں بیرونی مداخلت نسبتاً آسان ہو جاتی ہے۔ مزید برآں، خطے میں اسرائیل اور بھارت کے بڑھتے ہوئے اسٹریٹجک تعلقات، سعودی عرب اور ترکیہ کے پاکستان کے ساتھ تعاون، متحدہ عرب امارات اور بھارت کے درمیان قریبی روابط، نیز مغربی طاقتوں کی مستقل عسکری و سیاسی موجودگی نے طاقت کے توازن کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ممالک کے درمیان جاری کشیدگی نے بھی بقا کی سیاست اور پاور اسٹرگل کو تیز کیا ہے، جس کے نتیجے میں ریاستیں اجتماعی دفاع اور اسٹریٹجک اتحادوں کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ موجودہ عالمی و علاقائی ماحول اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ جو ریاستیں تنہائی کا شکار رہتی ہیں وہ زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ لہٰذا مسلم دنیا سمیت تمام علاقائی قوتوں کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ انفرادی پالیسیوں کے بجائے مربوط، ادارہ جاتی اور اجتماعی سلامتی کے نظام کو مضبوط بنائیں تاکہ بیرونی دباؤ اور داخلی عدم استحکام کا مؤثر مقابلہ کیا جا سکے۔

☆☆☆

[34] Hussain, Abid. "Why Indian PM Modi's Israel Visit Matters for Pakistan's Security." *Al Jazeera*, February 25, 2026. https://www.aljazeera.com/news/2026/2/25/why-indian-pm-modis-israel-visit-matters-for-pakistans-security.

[35] Euronews, "Macron to Outline France's Contribution to Europe's Nuclear Deterrence," February 25, 2026, https://www.euronews.com/my-europe/2026/02/25/macron-to-outline-frances-contribution-to-europes-nuclear-deterrence.

[36] "World in an Age of Impunity," *Dawn*, February 2026, https://www.dawn.com/news/1967822.

بارودی سرنگوں کے خلاف شعور و آگاہی کا عالمی دن:

مختصر جائزہ

احمد بن عبد الرحمٰن

ہر سال 4 اپریل کو دنیا بھر میں بارودی سرنگوں کے خطرات و انسداد سے آگاہی کے لیے عالمی دن منایا جاتا ہے تاکہ دنیا بھر میں بارودی سرنگوں اور جنگی باقیات کے انسانی، سماجی، معاشی اور ماحولیاتی اثرات کو اجاگر کیا جاسکے- بارودی سرنگوں کی تیاری کو عسکری نظریات میں سٹریٹجک ڈیفنس (Strategic Defensive Mechanism) کے طور پر دیکھا جاتا ہے- جدید ریاستی نظام میں سرحدی تحفظ اور جغرافیائی خودمختاری کو برقرار رکھنے کیلئے ایسے ہتھیاروں کو اہم سمجھا گیا جو کم وسائل کے ساتھ زیادہ رقبے کا کنٹرول فراہم کر سکیں- بارودی سرنگیں اسی مقصد کے تحت تیار کی گئیں تاکہ دشمن کی فوجی نقل و حرکت کو محدود کیا جاسکے اور جنگی میدان میں نفسیاتی دباؤ پیدا کیا جاسکے- عسکری ماہرین کے مطابق یہ ہتھیار طاقت کو کئی گنا بڑھانے کا کردار ادا کرتا ہے-

بارودی سرنگوں کا استعمال انیسویں صدی سے جنگی میدانوں میں ہوتا رہا ہے، پہلی جنگِ عظیم میں یورپ کے میدانوں میں لاکھوں سرنگیں بچھائی گئیں جو جنگ کے بعد بھی شہریوں کی جانیں لیتی رہیں- دوسری جنگِ عظیم نے افریقہ اور ایشیا میں اسے مزید پھیلایا- سرد جنگ کے دوران افغانستان میں سوویت یونین نے لاتعداد سرنگیں بچھائیں- 1990ء کی دہائی میں انگولا، موزامبیق اور بوسنیا کی خانہ جنگی نے اس بحران کو عروج دیا- جدید تحقیق یہ واضح کرتی ہے کہ بارودی سرنگوں کا استعمال بین الاقوامی انسانی قانون اور جنگی اخلاقیات کے اصولوں سے متصادم ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ ہتھیار جنگ کے خاتمے کے بعد بھی فعال رہتے ہیں اور شہری و فوجی اہداف میں تمیز نہیں کرتے- اسی تناظر میں ان کی تیاری اور استعمال کو انسانی سلامتی کے وسیع تصور کے خلاف سمجھا جانے لگا، جس کے نتیجے میں 1997ء میں اوٹاوا کنونشن نے بارودی سرنگیں بنانے پر پابندی عائد کی، جسے 164 ممالک نے قبول کیا- اقوام متحدہ نے 8 دسمبر 2005ء کو قرارداد منظور کی اور 2006ء سے یہ دن منایا جارہا ہے-

اس عالمی مہم کو منظم انداز کے ساتھ فروغ دینے میں اقوام متحدہ نے مرکزی کردار ادا کیا اور اسی پلیٹ فارم کے تحت ایک خصوصی ذیلی ادارہ (United Nations Mine Action Service) قائم کیا گیا جو عالمی سطح پر بارودی سرنگوں کے خاتمے اور آگاہی کے لیے کام کرتا ہے- اس کے علاوہ دیگر ادارے بھی اس ضمن میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جیسا کہ بارودی سرنگوں کے انسداد کے لیے عالمی مہم (International Campaign to Ban Landmines) ایک نمایاں پلیٹ فارم ہے-

بارودی سرنگوں کے جانی اور طبی اثرات:

بارودی سرنگوں اور غیر پھٹے ہوئے دھماکہ خیز مواد کے اثرات مختلف براعظموں میں نمایاں طور پر موجود ہیں- ایشیا میں افغانستان، شام اور یمن سب سے زیادہ متاثرہ ممالک میں شمار ہوتے ہیں جہاں طویل تنازعات اور اندرونی جنگوں نے وسیع پیمانے پر بارودی سرنگوں اور دھماکہ خیز مواد کو زمین میں چھوڑ دیا ہے- افریقہ میں صومالیہ اور لیبیا بھی نمایاں مثالیں

ہیں، جہاں خانہ جنگی اور ریاستی عدم استحکام نے زمین کو خطرناک بنادیا ہے-یورپ میں یوکرین اور بوسنیا ایسے ممالک ہیں جہاں حالیہ اور ماضی کے تنازعات کے باعث بارودی سرنگوں کا مسئلہ سامنے آیا- اسی طرح کولمبیا میں بھی یہ ایک اہم مسئلہ ہے جہاں طویل گوریلا جنگ کے بعد دیہی علاقوں میں بارودی سرنگوں کے خطرات برقرار ہیں-

بارودی سرنگوں کا سب سے بڑا اثر قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع ہے، عالمی لینڈ مائن مانیٹر رپورٹ 2024 میں بارودی سرنگوں اور بنا پھٹے دھماکہ خیز مواد کے باعث دنیا بھر میں کم از کم 6279 افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں تقریباً 90 فیصد متاثرین عام شہری تھے جبکہ بچوں کا تناسب بھی بہت زیادہ رہا، جو انسانی بحران کی سنگینی کو واضح کرتا ہے- بارودی سرنگوں کے دھماکوں کے نتیجے میں جسمانی اور طبی پیچیدگیاں نہایت سنگین اور کثیر الجہت نوعیت کی ہوتی ہیں، جسمانی اعضاء کے نقصان کے علاوہ اعصابی مسائل، مصنوعی اعضا کی ضرورت اور نفسیاتی مسائل بھی شامل ہیں جو متاثرہ افراد کی جسمانی بحالی کے ساتھ ساتھ ان کی سماجی اور معاشی زندگی کو بھی متاثر کرتے ہیں-[1]

معاشی اور ماحولیاتی اثرات:

بارودی سرنگوں کی موجودگی متاثرہ علاقوں کی معاشی ترقی کو بھی متاثر کرتی ہے کیونکہ زرعی زمینیں، تجارتی راستے اور نقل و حمل کے بنیادی ڈھانچے کے منصوبے غیر محفوظ ہو جاتے ہیں، جس کے باعث سرمایہ کاری اور روزگار میں کمی ہوتی ہے جو مقامی معیشت کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے- اس سے نہ صرف غذائی قلت بڑھتی ہے بلکہ درآمدات پر انحصار بڑھ جاتا ہے- صحت اور بحالی کے اخراجات قومی بجٹ پر بھاری بوجھ ڈالتے ہیں- ہزاروں معذور افراد کے مصنوعی اعضاء، علاج اور نفسیاتی بحالی کیلئے اربوں ڈالر درکار ہوتے ہیں، جو غریب آبادیاں برداشت نہیں کر سکتیں-[2] شام اور عراق میں لاکھوں زخمیوں کی دیکھ بھال معیشت کو کمزور کر رہی ہے، جہاں صحت کے بجٹ کا بڑا حصہ صرف سرنگوں کے متاثرین پر صَرف ہوتا ہے- سرنگ آلودہ علاقوں میں سڑکیں، پل اور صنعتی مراکز آسانی سے نہیں بنائے جاسکتے، جس سے غیر ملکی سرمایہ کاری متاثر ہوتی ہے- مزید ان کی صفائی کیلئے بڑا سرمایہ درکار ہوتا ہے-[3] سرنگ ہٹانے کیلئے بھاری مشینری اور کیمیکلز استعمال ہوتے ہیں، جو مٹی کو کھود دیتے ہیں اور کاربن اخراج بڑھاتے ہیں- ویتنام میں 188000 ہیکٹر صاف کرنے میں

40000 ہیکٹر سالانہ کی شرح سے کام ہو رہا ہے، بارودی سرنگیں معاشی تباہی اور ماحولیاتی بربادی کا دوہرا حملہ ہیں جو دہائیوں تک جاری رہتا ہے-[4]

ویتنام اور لاؤس میں 50 سال بعد بھی زمین کا زیادہ تر حصہ ناقابلِ کاشت ہے جہاں بارودی سرنگوں کے سبب زرعی پیداوار کا 30 فیصد نقصان ہوا- طویل مدتی اثرات میں بارودی سرنگوں سے پیدا ہونے والی آلودگی فوڈ چین میں داخل ہو کر جانوروں اور انسانوں کو بھی متاثر کرتی ہے- کمبوڈیا کے

[1]https://www.aa.com.tr/en/world/landmine-casualties-hit-4-year-high-as-funding-declines-report/3759308
[2]https://www.urduvoa.com/a/economic-human-crisis-and-clearing-afghanistan-landmines/6323204.html
[3]https://news.un.org/ur/story/2026/02/19511
[4]https://www.vietnam.vn/ur/trong-5-nam-gan-188-000-ha-dat-da-duoc-ra-pha-bom-min-vat-no

جنگلات میں ہر سال سینکڑوں جانور ہلاک ہوتے ہیں، جس سے ماحولیاتی توازن بگڑتا ہے- بارودی سرنگوں کا زہریلا مواد ندی نالوں میں گھل جاتا ہے جو پینے کے پانی کو بھی آلودہ کرتا ہے- افغانستان اور شام میں بارودی سرنگوں کی وجہ سے پانی کی مزید قلت ریکارڈ کی گئی ہے-

بین الاقوامی اداروں کا کردار: بارودی سرنگوں کی صفائی و آگاہی

اقوام متحدہ مائن ایکشن سروس (UNMAS) مرکزی عالمی ادارہ ہے جو 1997ء سے بارودی سرنگوں کی صفائی، خطرات سے آگاہی کی تعلیم اور متاثرین کی مدد کرتا ہے- یہ ادراہ 19 ممالک میں براہ راست کام کرتا ہے جس کا مقصد آلودہ زمین کو کھیل کے گراؤنڈز میں تبدیل کرنا ہے- 2025ء میں جنیوا میں 28واں قومی ڈائریکٹرز اجلاس منعقد کیا گیا جس میں تاریخی طور پر بتایا گیا کہ 2004 سے اب تک UNMAS کے پروگرام نے 1.2 بلین مربع میٹر سے زائد زمین کو صاف کیا جس میں 32,000 ہزار سے زائد افراد کو محفوظ کیا اور 950000 سے زائد غیر پھٹے دھماکہ خیز مواد کو تلف کیا، اسی طرح تقریباً 4 ملین افراد کو خطرات سے آگاہ کیا، جس سے کئی علاقوں میں بنیادی انفراسٹرکچر، تعلیمی ادارے اور صحت کی سہولیات محفوظ بنائی گئی-

اقوام متحدہ مائن ایکشن سروس کی بنیادی ذمہ داری بارودی سرنگوں اور غیر پھٹے ہوئے دھماکہ خیز مواد کی نشاندہی اور محفوظ طریقے سے صفائی کرنا ہے- یہ ادارہ متاثرہ آبادی کو خطرات سے آگاہی فراہم کرتا ہے اور زخمی افراد کی بحالی و معاونت کے پروگرام بھی چلاتا ہے-[5]

انٹرنیشنل کمیٹی آف ریڈ کراس (ICRC)

بارودی سرنگوں کے حوالے سے یہ ادارہ متاثرہ افراد کو طبی امداد، سرجری، مصنوعی اعضا کی فراہمی کرتا ہے، ساتھ ہی حکومت اور مسلح گروہوں کو بارودی سرنگوں کے نقصانات سے آگاہ کرکے ان کے خاتمے کی کوششوں میں معاونت کرتا ہے- 1990ء کی دہائی سے یہ ادارہ بارودی سرنگوں سے متاثرہ ممالک میں Risk Awareness and Safer Behaviour (RASB) پروگرام کے تحت سرگرم عمل ہے اور اب تک 30 سے زائد متاثرہ ممالک میں آگاہی اور حفاظتی تربیت فراہم کر چکا ہے-[6] یہ ادارہ نارویجن ریڈ کراس کے تعاون سے پانچ مراحل پر مشتمل طریقہ کار تیار کر چکا ہے، جس میں خطرات کی نشاندہی، حفاظتی پیغامات کی تیاری، محفوظ طرزِ عمل کی تعلیم، مانیٹرنگ اور جائزہ شامل ہیں-[7]

اقوامِ متحدہ ترقیاتی پروگرام (UNDP)

اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام نے بارودی سرنگوں کے انسداد اور متاثرہ علاقوں کی بحالی میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے، جس میں وہ صرف صفائی کے عمل تک محدود نہیں بلکہ بارودی سرنگوں سے آزاد زمین کو معاشی ترقی، زرعی پیداوار اور بنیادی انفراسٹرکچر کی بحالی کیلئے استعمال کرنے پر بھی کام کرتا ہے- یہ ادارہ دنیا بھر میں تقریباً 40 سے زائد متاثرہ ممالک میں مائن ایکشن پروگرامز کے ساتھ شراکت داری کرتا ہے، اور اس کا کام Sustainable Development Goals (SDGs) کے تحت امن، روزگار، صحت اور تعلیم جیسی معاشی و سماجی خدمات تک عوام کی

[5]https://unmiss.unmissions.org/en/un-mine-action-service-unmas
[6]https://www.icrc.org/en/statement/international-mine-awareness-day-addressing-threat-explosive-ordnance-syria
[7]https://www.icrc.org/sites/default/files/external/doc/en/assets/files/publications/t0016-mine-risk-education-nepal.pdf

رسائی کو بہتر بنانا ہے۔[8] 2025ء کی رپورٹ کے مطابق بارودی سرنگوں اور دھماکہ خیز باقیات سے متاثرہ کم از کم 58 ریاستی علاقوں میں سخت انسانی خطرات برقرار ہیں، جہاں UNDP کام کر رہا ہے تاکہ متاثرہ افراد کی زندگیوں میں بہتری لائی جاسکے۔

International Campaign to Ban Landmines (ICBL) ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جو 1992ء میں قائم ہوا اور جس کا بنیادی مقصد اینٹی پرسنل بارودی سرنگوں کی تیاری، استعمال، ذخیرہ اندوزی اور منتقلی پر مکمل پابندی عائد کروانا ہے۔ یہ مہم عالمی سطح پر انسانی حقوق، بین الاقوامی انسانی قانون اور انسانی سلامتی کے اصولوں کے تحت کام کرتی ہے اور حکومتوں، بین الاقوامی اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کے درمیان اشتراک کو فروغ دیتی ہے۔[9] ICBL نے 1997 کے اوٹاوا معاہدے (Mine Ban Treaty) کی تشکیل اور منظوری میں کلیدی کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں 166 ریاستوں نے بارودی سرنگوں پر پابندی قبول کی اور اپنے ذخائر تلف کیے۔ مزید برآں، یہ تنظیم Landmine Monitor کے ذریعے سالانہ نگرانی اور تحقیقی رپورٹس شائع کرتی ہے، جن میں معاہدے پر عمل درآمد، متاثرین کی صورتحال، سرنگوں کی صفائی اور ریاستی ذمہ داریوں کا جامع تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔[10] اس کی مؤثر عالمی وکالت اور انسانی بنیادوں پر جدوجہد کے اعتراف میں اسے 1997ء میں نوبل امن انعام سے نوازا گیا، جو بین الاقوامی امن اور انسانی تحفظ کے میدان میں اس کی نمایاں خدمات کا ثبوت ہے۔[11]

بارودی سرنگوں کی تلاش میں HeroRATs کا سائنسی و انسانی کردار:

بارودی سرنگوں کی نشاندہی میں HeroRATs ایک انقلابی اور مؤثر حیاتیاتی حل کے طور پر سامنے آیا ہے۔ افریقی نسل کے بڑے جسامت والے چوہوں (African Giant Pouched Rats) کو خصوصی تربیت دے کر دھماکہ خیز مواد کی بو سونگھ کر سرنگوں کی نشاندہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا ہلکا وزن ہے، جس کی وجہ سے یہ زمین پر چلتے ہوئے بارودی سرنگ کو فعال نہیں کرتے، یوں یہ انسانی جان کو خطرے میں ڈالے بغیر وسیع رقبے کی تیز رفتار اور کم لاگت جانچ ممکن بناتے ہیں۔ بارودی سرنگوں کی نشاندہی میں ان تربیت یافتہ چوہوں کے استعمال کا ایک بنیادی اور نمایاں فائدہ ان کی غیر معمولی رفتار ہے۔ جس رقبے کا جائزہ ایک ہیرو ریٹ تقریباً 40 منٹ میں مکمل کر لیتا ہے، اسی علاقے کی جانچ روایتی دھات تلاش کرنے والے آلات (میٹل ڈیٹیکٹر) کے ذریعے کرنے میں کئی دن درکار ہوتے ہیں۔ ان کی کامیاب نشاندہی کے بعد ماہرین سرنگ کو محفوظ طریقے سے ناکارہ بناتے ہیں۔ اسی طرح کمبوڈیا، موزامبیق اور تنزانیہ جیسے ممالک میں ان کی کامیاب تعیناتی نے زرعی زمینوں کی بحالی، کمیونٹی کی واپسی اور معاشی سرگرمیوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح HeroRATs مائن کلیئرنس کے عمل کو تیز، محفوظ اور پائیدار بنانے میں ایک انقلابی سائنسی حل کے طور پر تسلیم کیے جارہے ہیں۔[12]

پاکستان میں بارودی سرنگوں کا جائزہ:

پاکستان نے روایتی جنگی حکمتِ عملی اور سرحدی دفاع کے تناظر میں مختلف ادوار میں بارودی سرنگوں کا استعمال کیا ہے۔ تاریخی شواہد کے مطابق 1947–48ء، 1965ء اور 1971ء کی پاک-بھارت جنگوں کے دوران بھارتی فوج نے سرحدی علاقوں میں بے دریغ بارودی سرنگیں بچھائیں، جبکہ کشمیر میں لائن آف کنٹرول کے بعض حصوں میں بھی دفاعی مقاصد کے تحت بارودی سرنگیں نصب کی گئی۔ رپورٹس کے

[8]https://www.undp.org/evaluation/publications/evaluation-undp-contribution-mine-action
[9]https://icblcmc.org/assets/reports/Landmine-
[10]Landmine Monitor, 2025
[11]https://www.nobelprize.org/prizes/peace/1997/icbl/facts/
[12]https://aplussingapore.com/article/apopo-landmine-detection-rats

مطابق ان دفاعی مائن فیلڈز میں P2 اور P4 طرز کی اینٹی پرسنل سرنگیں بھی شامل تھیں- پاکستان میں بارودی سرنگوں اور دھماکہ خیز باقیات کا مسئلہ بنیادی طور پر سرحدی اور شورش زدہ علاقوں، خصوصاً خیبر پختونخوا سابقہ فاٹا اور بلوچستان کے بعض اضلاع میں بھی موجود ہے جو بھارتی پشت پناہی رکھنے والی دہشت گرد تنظیموں نے بچھائی ہیں- ان بارودی سرنگوں اور دھماکہ خیز مواد نے مقامی آبادی، خصوصاً بچوں اور چرواہوں، کیلئے بھی خطرہ پیدا کیا ہے، جس کے باعث جانی نقصانات، جسمانی معذوری اور معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ جیسے مسائل سامنے آئے ہیں- پاکستان اوٹاوا معاہدے کا فریق نہیں ہے تاہم ریاستی سطح پر بارودی سرنگوں کی صفائی اور خطرے سے آگاہی کے اقدامات کئے جاتے ہیں، جن میں فوجی انجینئرنگ کور اور سول ادارے متاثرہ علاقوں میں کلیئرنس آپریشنز اور Mine Risk Education پروگرامز شامل ہیں- مزید برآں، اقوامِ متحدہ کے ذیلی ادارے اور انسانی ہمدردی کی تنظیمیں متاثرین کی بحالی، مصنوعی اعضا کی فراہمی اور نفسیاتی معاونت میں کردار ادا کرتی ہیں- مجموعی طور پر پاکستان میں مسئلہ مقامی نوعیت کا ہے، لیکن متاثرہ علاقوں کی سماجی و معاشی بحالی کے لیے مربوط پالیسی اور بین الاقوامی تعاون کی ضرورت ہے-[13]

اختتامیہ:

مجموعی طور پر بارودی سرنگوں کا مسئلہ عالمی سطح پر ایک سنگین انسانی اور معاشی چیلنج ہے جس کے اثرات جنگوں و تنازعات کے خاتمے کے بعد بھی مدتوں برقرار رہتے ہیں- جنگوں، سرحدی تنازعات اور سیکورٹی آپریشنز کے نتیجے میں زمین میں موجود بارودی سرنگیں لوگوں کیلئے خطرہ بن جاتی ہیں- اگرچہ بین الاقوامی ادارے جیسے ICBL، UNDP، UNMAS اور ICRC مختلف زاویوں سے مائن کلیئرنس، خطرات سے آگاہی، متاثرین کی بحالی اور پالیسی سازی میں کردار ادا کر رہے ہیں، تاہم اس مسئلہ کے مکمل خاتمے کیلئے مسلسل سیاسی عزم، مالی وسائل اور تکنیکی تعاون درکار ہے-

جدید دور میں بارودی سرنگوں کے خاتمے کے عمل کو بہتر بنانے کیلئے روبوٹک سسٹمز، ڈرون سروے، جیوگرافک انفارمیشن سسٹم (GIS)، سیٹلائٹ امیجری اور مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) جیسے جدید ٹیکنالوجیکل ٹولز کا استعمال بڑھ رہا ہے، جس سے بارودی سرنگوں کی نشاندہی زیادہ تیز، محفوظ اور مؤثر ہو رہی ہے- اسی طرح HeroRATs جیسے حیاتیاتی حل اور کمیونٹی بیسڈ مائن ایکشن پروگرامز بھی عملی اور کم لاگت متبادل کے طور پر سامنے آئے ہیں، لیکن متاثرہ علاقوں کی مکمل صفائی اور محفوظ زمین کی بحالی اب بھی ایک طویل المدتی عمل ہے- لہٰذا ضروری ہے کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر مربوط حکمتِ عملی کے ذریعے نہ صرف بارودی سرنگوں کے خطرات کو کم کیا جائے بلکہ متاثرہ افراد کی سماجی و معاشی بحالی کو بھی پائیدار ترقی کے فریم ورک سے جوڑا جائے-

☆☆☆

[13]https://eodynamics.co/blog/p2-mk2-and-p4-mk1

بائیو کنورجنس (Bio-convergence)

ندیم اقبال

دنیا اس وقت جس سائنسی اور فکری دوراہے پر کھڑی ہے، وہاں ٹیکنالوجی صرف مشینوں تک محدود نہیں رہی بلکہ زندگی خود بخود ٹیکنالوجی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اس انقلابی عمل کو بائیو کنورجنس (Bioconvergence) کہا جاتا ہے۔ بائیو کنورجنس دو لفظوں کا مجموعہ ہے، ایک بائیو (Bio) اور دوسرا کنورجنس (Convergence)۔ لفظی طور پر Bio سے مراد حیات یا زندگی ہے، جبکہ Convergence سے مراد مختلف تعلیمی شعبہ جات کا ایک مرکزی نقطے پر جمع یا اکھٹا ہونا جس میں حیاتیات (Biology)، مصنوعی ذہانت (AI)، ڈیٹا سائنس، نینو ٹیکنالوجی، روبوٹکس اور انجینئرنگ وغیرہ کا باہمی انضمام شامل ہے۔ یہ محض ایک نئی ایجاد نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر نظام ہے جو انسانی جسم، ذہن، معاشرہ اور معیشت کو از سرِ نو ترتیب دے رہا ہے۔

بائیو کنورجنس (Bioconvergence) ایسا عمل ہے جس میں حیاتیاتی ذہین نظاموں کے ساتھ مل کر ڈیجیٹل اور مادی طرز پر ایک نئی سائنسی تخلیق کی جائے جو حقیقت پر مبنی ہو۔ یہ ٹیکنالوجی محض ایک تصور نہیں بلکہ ایک نیا علمی فریم ورک ہے جو طب، زراعت، صنعت، ماحولیات اور حتیٰ کہ انسانی شعور کے بارے میں ہمارے روایتی تصورات کو تبدیل کر رہا ہے۔ بائیو کنورجنس میں حیاتیات کا ملاپ مصنوعی ذہانت (AI) سے ہوتا ہے تاکہ ڈی این اے (DNA)، جینومکس اور پروٹین ڈیٹا کو سمجھا جا سکے؛ کمپیوٹنگ (Computing) اور بگ ڈیٹا (Big-Data) اس لیے شامل ہیں کہ اربوں حیاتیاتی ڈیٹا پوائنٹس کا تجزیہ ممکن ہو سکے؛ نینو ٹیکنالوجی اس انضمام کو جسم کے اندرونی خلیوں تک لے جاتی ہے۔ بائیو انجینئرنگ اور روبوٹکس مصنوعی اعضاء، سمارٹ امپلانٹس (Smart-Implants) خودکار علاج کا طریقہ کار تشکیل دیتے ہیں جہاں بائیو کنورجنس محض علاج یا سہولت نہیں بلکہ زندگی میں قابلِ عمل پروگرامنگ (Programmable Life) دیکھنے کا زاویہ نظر مہیا کرتی ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق، شخصی طب (Personalized Medicine)، ڈیجیٹل ہیومن ٹوئنز، جینیاتی ترمیم (CRISPR)، لیب میں تیار کردہ گوشت (Lab Grown Meat) اور حیاتیاتی فیکٹریاں سب اس کی عملی شکلیں ہیں، جن میں بیماری کا علاج علامات پر نہیں بلکہ اس کے حیاتیاتی سبب پر کیا جاتا ہے۔ فکری اعتبار سے بائیو کنورجنس اس سوال کو جنم دیتی ہے کہ انسانی مشین میں حیات کی سرحد کہاں تک ہے؟ اور یہی سوال محض ایک سائنسی نہیں بلکہ اخلاقی، سماجی اور فلسفیانہ بحث کا مرکز بھی بنتا ہے۔ عالمی تحقیقی ادارے بائیو کنورجنس کو آئندہ دہائیوں کی بنیادی ٹیکنالوجی قرار دے رہے ہیں، کیونکہ یہ عمل نہ صرف صحت کے نظام کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ انسانی صلاحیت، پیداواری ڈھانچوں اور حتیٰ کہ ارتقا کے قدرتی عمل میں بھی مداخلت کا امکان رکھتا ہے۔

بائیو کنورجنس (Bioconvergence) کی ضرورت کیوں؟

آج کا انسان ایسی صدی سے تعلق جوڑے ہوئے ہے جہاں صحت کے بحران، آبادی میں اضافہ، وبائی امراض،

ماحولیاتی دباؤ اور وسائل کی کمی جیسے مسائل کو روایتی طریقوں سے حل کرنے کی کوشش ہو تی رہی ہے- بائیو کنور جنس کی بنیادی ضرورت اُس وقت پیش آتی ہے جب ان مسائل کو ایک مربوط نظام کے طور پر دیکھا جائے- آج کی بیماری محض ایک میڈیکل مسئلہ نہیں بلکہ ڈیٹا، جینیات، ماحول اور طرزِ زندگی کا گٹھ جوڑ ہے- اسی لیے جدید دنیا کو ایسی ٹیکنالوجی درکار ہے جو حیاتیات کو ڈیجیٹل ذہانت، کمپیوٹنگ اور انجینئرنگ کے ساتھ مل کر قابلِ عمل حل فراہم کرے- ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ مستقبل میں صحت کی دیکھ بھال، بیماریوں کی پیشگی تشخیص اور علاج کی شخصی نوعیت (Personalized Medicine) صرف اسی صورت ممکن ہے جب انسانی جسم کو قابلِ تجزیہ ،ڈیٹا سے جُڑے اور قابلِ عمل پروگرام کے طور پر سمجھا جائے اور یہی کام بائیو کنور جنس سر انجام دیتی ہے-

بائیو کنور جنس (Bioconvergence) کا مختلف فیلڈز میں استعمال:

بائیو کنور جنس سے صحت کا روایتی نظام بدل رہا ہے- جس کی وجہ سے بیماریوں کی نشاندہی ان کے ظاہر ہونے سے پہلے کرلی جاتی ہے- AI محرک ماڈلز اور CRISPR ٹیکنالوجی نے زندگی کو کوڈ کرنا / جین ایڈیٹنگ کا تصور حقیقت میں بدل دیا جس سے اب DNA کے مخصوص حصوں کو منتخب کر کے ان میں تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں- نینو بائیو ٹیکنالوجی کے ذریعے بننے والے نینو ذرات انسانی نظام میں پہنچ کر ادویات کی فراہمی اور بائیو سینسنگ کے ذریعے مخصوص بیماریوں کو ٹارگٹ کر سکتے ہیں-

دماغ اور مشین کا ملاپ یعنی انٹر فیس (BCI) ایسی ٹیکنالوجی ہے جو انسانی دماغ کے نیورل سگنلز کو براہِ راست مشینوں یا کمپیوٹر سسٹمز سے جوڑ کر معذور افراد کے بائیونک اعضاء سے جسم کو حرکت دینے اور بولنے جیسی صلاحیت فراہم کر سکتے ہیں- بائیو روبو ٹکس میں روبوٹ انسانی پٹھوں اور ٹشوز سے متاثر ہو کر بنائے جا رہے ہیں یہ نہ صرف حرکت میں لچکدار ہوتے ہیں بلکہ انسانی بافتوں سے ملتی جلتی حسَّاسیَّت بھی رکھتے ہیں جو میڈیکل، صنعتی اور سروس روبو ٹکس میں انقلاب برپا کر رہے ہیں-

بائیو کنور جنس نے خوراک کی پیداوار کو روایتی نظام سے نکال کر لیبارٹری میں منتقل کیا ہے- لیبارٹری میں تیار ہونے والا گوشت (Lab Grown Meat) اور مصنوعی غذائیں بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو رہی ہیں اور ان کے متعلق ماہرین کا دعویٰ ہے کہ یہ ماحول دوست بھی ہیں- بائیو کنور جنس ماحولیاتی شعبے میں پائیدار اور بائیو ڈیگریڈیبل حل فراہم کر رہی ہے-[1]

روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی اسمارٹ واچز، گلوکوز مانیٹرز اور دل کی دھڑکن ناپنے والے آلات دراصل بائیو کنور جنس کی عملی مثالیں ہیں، جہاں بائیولوجیکل سگنلز، الیکٹرانکس اور AI مل کر صارف کو حقیقی وقت میں صحت کی معلومات فراہم کرتے ہیں- متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں بائیو کنور جنس اب قومی صحت پالیسی کا حصہ بن چکی ہے- ابو ظہبی نے باقاعدہ "Declaration of Principles on Bioconvergence" جاری کیا ہے تاکہ AI، نینو میڈیسن اور جینومکس کو عوامی صحت میں محفوظ اور مؤثر انداز میں استعمال کیا جاسکے-[2]

[1]https://www.credenceresearch.com/report/healthcare-bioconvergence-market

[2]https://www.doh.gov.ae/en/news/doh-unveils-declaration-of-principles-on-bioconvergence-to-enhance-healthcare-outcomes

پاکستان میں بائیو کنور جنس کا استعمال:

پاکستان میں بائیو کنور جنس (بائیو ٹیکنالوجی، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ) کے شعبوں کو یکجا کر کے زراعت، صحت اور توانائی کے شعبوں میں بہتری لائی جا رہی ہے پاکستان میں مختلف ادارے زرعی پیداوار بڑھانے، ویکسین کی تیاری، اور بائیو گیس کے ذریعے توانائی کا پائیدار حل فراہم کرنے میں اہم خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

پاکستان میں بائیو کنور جنس کو زراعت، توانائی، ماحولیات، صحت اور فارماسوٹیکل میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ زراعت میں بائیو ٹیکنالوجی کے ذریعے بیماریوں کے خلاف مزاحمت رکھنے والی فصلوں (مثلاً بی ٹی کاٹن) کی اقسام تیار کی جا رہی ہیں، جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ اور فوڈ سیکیورٹی میں مزید بہتری ہو رہی ہے۔ توانائی حاصل کرنے کیلئے دیہی علاقوں میں فضلے سے بجلی اور ایندھن پیدا کرنے کے لیے اینیروبک ڈائجسٹرز (Anaerobic Digesters) اور بائیو گیس ری ایکٹرز کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ ماحولیاتی تحفظ کے لیے صنعتی اور سیوریج کے گندے پانی کو صاف کرنے کیلئے بائیو فلٹرز (Bio-filters) کا استعمال بڑھایا جا رہا ہے۔ جبکہ صحت اور فارماسیوٹیکل کے شعبے میں پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے تحت ادارے ویکسین اور تشخیصی کٹس (Testing Kits) بنانے پر تحقیق کر رہے ہیں، جو مقامی سطح پر صحت کی سہولیات کو بہتر بنا رہے ہیں۔ اگرچہ پاکستان میں اس شعبے کا بہت پوٹینشل موجود ہے، تاہم اس کے تکمیل کا حصول مالیت، پالیسی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے سست روی کا شکار ہے۔

بائیو کنور جنس پر سرمایہ کاری کرنے والے ممالک:

دنیا کے 25 سے 30 ممالک بائیو کنور جنس کو قومی ترجیح کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں، مگر چند ممالک اس میدان میں واضح برتری حاصل کر چکے ہیں۔ امریکہ کو بائیو کنور جنس کا عالمی رہنما سمجھا جاتا ہے، جہاں 2022ء میں باقاعدہ نیشنل بائیو کنور جنس پروگرام شروع کیا گیا، جس میں اگلے دس برسوں میں تقریباً 610 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری متوقع ہے۔ جبکہ چین، جاپان، جنوبی کوریا اور بھارت ایشیا میں بائیو کنور جنس کو صحت، ادویات اور ڈیجیٹل ہیلتھ میں تیزی سے نافذ کر رہے ہیں۔[3]

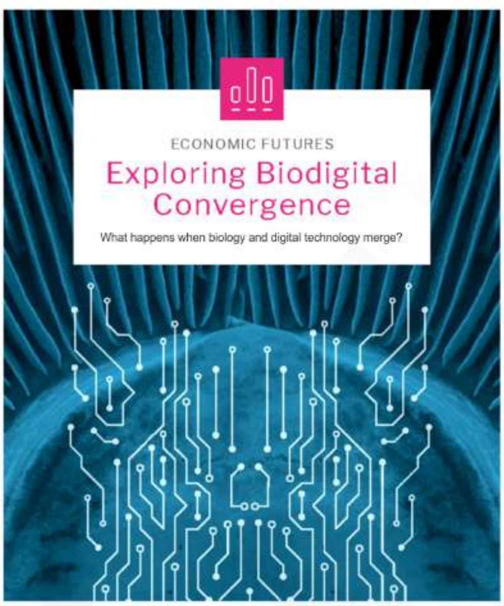

مشرقِ وسطیٰ میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات بائیو کنور جنس کو صحت کے نظام کی ریڑھ کی ہڈی بنانے کے لیے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہے ہیں، جس کے عملی نتائج روبوٹک سرجری، جینومکس اور پریسیژن میڈیسن کی صورت میں سامنے آ چکے ہیں۔[4] مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بائیو کنور جنس اب تجرباتی مرحلے سے نکل کر ادارہ جاتی اور قومی سطح کی حقیقت بن چکی ہے اور جو ممالک آج اس میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں وہ آنے والی دہائی میں طبی، صنعتی اور فکری برتری حاصل کریں گے۔

بائیو کنور جنس کے چیلنجز:

بائیو کنور جنس (Bioconvergence) اگرچہ نئی زندگی، ذاتی علاج اور ماحولیاتی بہتری جیسے بے شمار فوائد فراہم کرتی ہے، اس کے نقصانات بھی حقیقی، قابلِ پیمائش اور دنیا کے

[3]https://www.emergenresearch.com/industry-report/healthcare-bioconvergence-market

[4]https://www.globenewswire.com/news-release/2025/05/13/3079871/0/en/Saudi-Arabia-Healthcare-Bioconvergence-Market-Research-Report-2025-Competitive-Analysis-of-Saudi-Biotechnology-Manufacturing-Lifera-Omics-Amgen-Tamer-Group-and-Merck.html

مستقبل کے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں-جدید تحقیق واضح کرتی ہے کہ جیسے جیسے مصنوعی ذہانت (AI) اور حیاتیاتی سائنسز (Biological Science) کا امتزاج جسے بعض سائنسی زبان میں"AIxBio"[5] بھی کہا جاتا ہے جس میں بائیو ٹیکنالوجی، سنتھیٹک بائیولوجی(Synthetic Biology) اور جینیاتی انجینئرنگ(Genetic Engineering) کے استعمال میں اضافہ تو ہوا لیکن فائدہ مند تحقیق کے ساتھ ساتھ نقصان دہ بائیولوجیکل ایجنٹس(Biological agents) یا ٹاکسنز (Toxins) بھی تشکیل پا سکتے ہیں جن کا ارادہ شدہ (Decided) یا غیر ارادہ شدہ(Undecided) انسانی نقصان ممکن ہے-یعنی حیاتیاتی آوٹ پٹس جیسے نئے وائرس، زہریلے بیکٹیریا یا جینیاتی طور پر تبدیل شدہ مائیکرو اور گنزمز(Micro-Organisms) جو فطری بقا اور حیاتیاتی توازن کو بگاڑ سکتے ہیں- یہ خطرات عالمی حیاتیاتی حفاظت کے لیے اتنے سنگین ہیں کہ نیوکلیئر اسلحے کے بعد سب سے بڑے بائیو سیکیورٹی (Bio-Security) چیلنجز کے طور پر تسلیم کیے جارہے ہیں اور ماہرین کہتے ہیں کہ موجودہ ضابطے اس رفتار سے بدلتی ہوئی ٹیکنالوجی کا مؤثر طور پر مقابلہ نہیں کر سکتے- عام AI مال بول ماڈلز(Mall-Boll-Models) اور خودکار بایو ڈیزائن ٹولز سے ہتھیاروں جیسی خصوصیات رکھنے والے خطرناک پروٹینز یا زہریلے مرکبات بنانے کے امکانات تک کے بارے میں تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں، جس میں ماڈلز نے سینکڑوں ایسے نئے زہریلے پروٹینز اور مرکبات تیار کیے جو معروف زہریلے ایجنٹس سے مشابہت رکھتے تھے-اور یہی ”دوہری استعمال“ کا سب سے بڑا ثبوت ہے جس کی وجہ سے بائیو کنورجنس آوٹ پٹس نہ صرف انسانی جاندار بلکہ دیگر جاندار مثلاً پودوں، مٹی میں بیکٹیریا، کیڑوں اور آبی حیات کے لیے بھی غیر متوقع اور ناقابلِ واپسی نقصان کا باعث بن سکتے ہیں-اس کے علاوہ CRISPR جیسے جینیاتی ایڈیٹنگ ٹولز کے غلط یا بے قابو استعمال سے نسلی، جینیاتی عدم مساوات، ڈیزائنر بچے اور ناقص جینیاتی مداخلت جیسے نتائج جنم لے سکتے ہیں جو نہ صرف اخلاقی بحران ہیں بلکہ فطری ارتقا کی غیر معمولی مداخلت بھی تصور کیے جاتے ہیں-ماحولیاتی نقطۂ نظر سے اگر جینیاتی طور پر تبدیل شدہ اقسام قدرتی آبادیوں میں پھیل گئیں تو ان سے حیاتیاتی تنوع کمزور، پیداواری نظام متاثر اور خوراک و صحت کے سسٹمز غیر مستحکم ہو سکتے ہیں- خاص طور پر جب دنیا بھر کے موجود ضابطے، عالمی معاہدے یا بین الاقوامی اخلاقی فریم ورکس ان نئے خطرات کو مؤثر انداز میں نہ سنبھال سکیں-لہٰذا جیسے جیسے بائیو کنورجنس میں جدت لائی جارہی ہے اسی رفتار سے سخت سیکورٹی پروٹوکول، متفقہ عالمی ضابطہ کاری، شفاف تحقیق اور اخلاقی قیادت کو مضبوط ہونے کی ضرورت ہے-وگرنہ مستقبل میں انسانوں اور دنیا بھر میں رہنے والے جانداروں کی زندگی بشمول انسان، حیوانات، پودے اور ماحولیاتی نظام ممکنہ طور پر غیر متوقع بائیولوجیکل آفات، وبائیں، جینیاتی نقصان اور حتیٰ کہ ایکو سسٹم(Ecosystem) کی تباہی جیسے خطرے لاحق ہو سکتے ہیں-[6]

☆☆☆

[5]https://centerforhealthsecurity.org/our-work/aixbio

[6]https://www.nti.org/analysis/articles/statement-on-biosecurity-risks-at-the-convergence-of-ai-and-the-life-sciences/

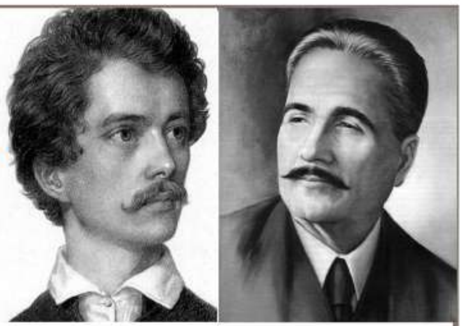

علامہ اقبالؒ اور شاندور پیٹوفی کی فکرِ انسانیت، آزادی اور حُبّ الوطنی: ایک تقابلی فلسفیانہ مطالعہ

ڈاکٹر عبد الباسط

ادب اور شاعری انسانی معاشروں میں فکری بیداری اور سماجی تبدیلی کا اہم ذریعہ رہے ہیں- بہت سے شعراء نے اپنے افکار اور تخلیقات کے ذریعے نہ صرف ادبی روایات کو متاثر کیا بلکہ سیاسی و سماجی تحاریکوں کو بھی نئی جہت اور سمت دی- تقابلی ادب کے میدان میں مختلف ثقافتوں کے شعراء کے افکار و نظریات کا موازنہ کر کے انسانی اقدار کی مشترکہ بنیادوں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے- اسی تناظر میں اقبالؒ اور پیٹوفی کا تقابلی مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے- یہ مقالہ ان دونوں شعراء کی فکر کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ انسانیت، آزادی اور حب الوطنی کے تصورات کس طرح ان کی شاعری میں ظاہر ہوتے ہیں-

برصغیر میں اقبالؒ (1877ء-1938ء) کو ایک ایسے فلسفی شاعر کے طور پر دیکھا جاتا ہے جنہوں نے اسلامی فکر، روحانیت اور انسانی آزادی کے تصورات کو جذبہء حریت سے سرشار کرتے ہوئے ایک نئی جہت سے نوازا- بعینہٖ، دوسری طرف یورپ میں شاندور پیٹوفی (Sandor Petofi) (1823ء-1849ء) کو ہنگری کے عظیم شاعر، انقلابی مفکر اور قومی آزادی کی تحریک کا علمبردار سمجھا جاتا ہے جس کی شاعری نے عوامی شعور اور قومی مزاحمت کو وہ قوت فراہم کی جس نے ہنگری پر غاصبین اور قابضین کو سرنگوں کرتے ہوئے آزادی حاصل کرنے میں مدد دی- اقبالؒ کی شاعری میں انسان کی روحانی بالیدگی، خودی اور اخلاقی ذمہ داری کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے، جبکہ پیٹوفی کی شاعری ہنگری کی قومی و انسانی آزادی اور عوامی شعور کی بیداری کا موجب سمجھی جاتی ہے- پیٹوفی کے حوالے سے یورپی ادب میں انہیں رومانوی تحریک اور قومی آزادی کے استعارے کے طور پر جانا جاتا ہے، جس میں اِن کی شاعری کو حُبّ الوطنی کا درس دیتے ہوئے قومی مذاحمت کی علامت قرار دیا جاتا ہے- دونوں شعراء کے افکار و نظریات کو درج ذیل جہتوں کے تناظر میں پرکھا جاسکتا ہے-

فِکرِ انسانیت:

اقبالؒ کے فلسفے میں انسان ایک فعال اور تخلیقی قوت کے طور پر سامنے آتا ہے جو اپنی قوّت ارادی کے ذریعے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے- اقبالؒ کی فکر کا بنیادی فلسفیانہ تصور 'خودی' ہے- ان کے نزدیک انسان کی اصل طاقت اس کی خودی اور تخلیقی صلاحیت میں پوشیدہ ہے کیونکہ ہر انسان روحانی قوت کا حامل ہے- ان کی شاعری انسان کو اپنی خودی پہچاننے اور اسے بلند کرنے پر زور دیتی ہے- بقول اقبالؒ: انسان بحیثیت نائب الٰہی ایک آزاد شخصیت کا امین ہے- وہ اپنی ایک نظم ''انسان'' میں کمالِ انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کے ترقی پذیر، انقلاب آفرین، دانا، علم و عمل اور توانائی سے بھرپور ہونے کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

تسلیم کی خُوگر ہے جو چیز ہے دُنیا میں
انسان کی ہر قوّت سرگرمِ تقاضا ہے

اس کے مقابلے میں پیٹوفی کی انسان دوستی زیادہ تر سماجی اور سیاسی تناظر میں ظاہر ہوتی ہے- ان کی شاعری میں اگرچہ فلسفیانہ نظام اقبالؒ کی طرح منظم نہیں، لیکن اس میں آزادی، انسانی وقار اور اخلاقی جرات کے تصورات نمایاں ہیں- ان کی شاعری انسان کو ظلم کے خلاف کھڑے ہونے اور آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتی ہے- پیٹوفی انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے حامی تھے- ان کی شاعری میں عام انسان کی زندگی اور اس کے حقوق کو نمایاں کیا گیا ہے- جیسا کہ وہ اپنی نظم ''Nemzeti dal'' میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ ہے:

"اُٹھو اے مجار قوم! وطن تمہیں پکار رہا ہے- وقت آ گیا ہے، اب یا کبھی نہیں- کیا ہم غلام رہیں گے یا آزاد؟ یہی سوال ہے، اس کا جواب دو"-

پیٹوفی نے اپنی تخلیقات میں انسان کو محض ایک فرد کے طور پر نہیں بلکہ ایک باوقار، آزاد اور بااختیار ہستی کے طور پر پیش کیا ہے- اسی لئے ان کی فکر کو "فکرِ انسانیت" (Humanism) کی ایک نمایاں مثال سمجھا جاتا ہے- پیٹوفی سماجی ناانصافی، طبقاتی فرق اور ظلم کے شدید ناقد تھے-

آزادی کا تصور:

علامہ اقبالؒ کے ہاں آزادی کا تصور صرف سیاسی آزادی تک محدود نہیں بلکہ فکری اور روحانی آزادی بھی اس کا حصہ ہے- علامہ صاحبؒ غلامی کو انسانی شخصیت کے زوال کا سبب قرار دیتے ہیں اور انسان کو خود اعتمادی اور خود مختاری کی طرف بلاتے ہیں-

جبکہ، پیٹوفی کی شاعری میں آزادی کا تصور زیادہ تر قومی و انسانی آزادی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے- ہنگری کی آزادی کی تحریک میں ان کی نظم "قومی ترانا" (National Song) نے عوام کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا- پیٹوفی آزادی کو محض سیاسی آزادی نہیں بلکہ اخلاقی اور وجودی آزادی بھی سمجھتے تھے- ان کے نزدیک ایک آزاد قوم ہی حقیقی انسانیت کی بنیاد بن سکتی ہے- اس لئے ان کی شاعری میں محبت اور انسانی آزادی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی اقدار ہیں- فکر پیٹوفی میں، آزادی اور انسانیت کے لئے قربانی دینا سب سے اعلیٰ اخلاقی قدر ہے-

حب الوطنی کا تصور:

اقبالؒ کے ابتدائی شاعری میں وطن کی محبت نمایاں ہے، جیسا کہ ان کی مشہور نظم "سارے جہاں سے اچھا" میں نظر آتا ہے- تاہم بعد میں ان کی فکر ایک وسیع تر تصور یعنی امت مسلمہ کی وحدت اور عالمگیر انسانی اخوت کی طرف مائل ہو جاتی ہے- جیسا کہ اقبالؒ نے فرمایا!

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ انگلستان ہمارا

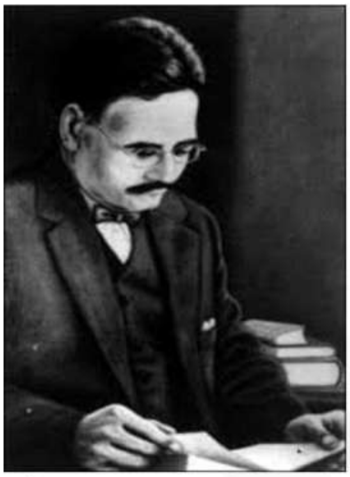

پیٹوفی کی حب الوطنی زیادہ واضح طور پر ہنگری کی قومی شناخت اور آزادی کی جدوجہد سے وابستہ ہے- ان کی شاعری میں وطن کی محبت اور قومی آزادی کے جذبے کو شدت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے- جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"خدا کی قسم! ہم عہد کرتے ہیں کہ اب ہم غلام نہیں رہیں گے"-

ان کے نزدیک وطن سے محبت اس وقت حقیقی بنتی ہے جب انسان ظلم اور غلامی کے خلاف کھڑا ہو جائے- پیٹوفی کے نزدیک ہر فرد اپنی ذاتی زندگی کے ساتھ ساتھ قوم اور سماج کی بھلائی کے لئے بھی کردار ادا کرے جس کے لئے ضروری ہے کہ قانون اور انصاف کا احترام کرے، سماجی انصاف اور مساوات کے لئے جدوجہد کرے، قومی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتے ہوئے کمزور طبقات کی مدد کرے-

عالمی نظریات:

اقبالؒ کی فکر کا بنیادی مقصد انسان کو ایک وسیع تر انسانی اور روحانی وحدت کی طرف لے جانا ہے- اقبالؒ کے نزدیک انسان کی اصل شناخت محض قومی یا جغرافیائی حدود سے وابستہ نہیں بلکہ اس کی اصل بنیاد اخلاقی اور روحانی اقدار ہیں- ان کی شاعری میں انسان کو ایک ایسی ہستی کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو اپنی روحانی طاقت اور اخلاقی شعور کے ذریعے پوری انسانیت کی فلاح کیلئے کردار ادا کر سکتی ہے- اقبالؒ کے تصور انسانیت میں عالمگیر اخُوّت کا عنصر نمایاں ہے- وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسانوں کے درمیان رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر تفریق نہیں ہونی چاہیے بلکہ انسانیت کی اصل بنیاد اخلاقی شعور اور روحانی بیداری ہے-

اس کے برعکس پیٹوفی کی شاعری بنیادی طور پر ہنگری کی قومی آزادی سے جڑی ہوئی ہے، تاہم اس میں ایسے انسانی اصول

موجود ہیں جو عالمی سطح پر بھی اہمیت رکھتے ہیں- پیٹوفی آزادی کو ایک بنیادی انسانی حق سمجھتے ہیں- ان کی شاعری میں آزادی، عزت، اور انسانی وقار کے تصورات ناصرف ہنگری تک محدود ہیں بلکہ ہر اس معاشرے کے لئے قابل اطلاق ہیں جہاں ظلم و جبر موجود ہو-اس طرح دونوں شعراء کی فکر میں اگرچہ تاریخی پس منظر مختلف ہے، مگر انسانی آزادی اور وقار کے تصورات انہیں عالمی سطح پر ایک مشترکہ فکری روایت سے جوڑتے ہیں جو طبقاتی امتیاز اور اشرافیہ کی بالادستی کے مخالف تھے-

سیاسی نظریات:

اقبالؒ کے سیاسی افکار کا بنیادی مقصد مسلمانوں اور دیگر اقوام کو غلامی سے نجات دلانا اور انہیں سیاسی خود مختاری کی طرف راغب کرنا ہے- اقبالؒ غلامی کو انسانی شخصیت کے زوال کا سبب قرار دیتے ہیں-اقبالؒ کے نزدیک سیاسی آزادی صرف حصول اقتدار کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان اپنی فکری و روحانی صلاحیتوں کو آزادانہ طور پر بروئے کار لا سکے-جیسا کہ فرمایا:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

پیٹوفی کے نزدیک آزادی ایک ایسا حق ہے جس کے لیے قربانی دینا ضروری ہے، ان کی شاعری میں انقلاب اور مزاحمت کے جذبات نمایاں ہیں- پیٹوفی کی شاعری براہ راست سیاسی جدوجہد سے وابستہ ہے، وہ ہنگری کی تحریک آزادی 1848ء (Hungarian Revolution) کے اہم ادبی نمائندہ تھے جس نے عوام کو سیاسی بیداری اور مزاحمت کی طرف راغب کیا- پیٹوفی کے نزدیک سیاسی آزادی انسان کے وقار کی ضمانت ہے جبکہ غلامی اور جبر انسانیت کے خلاف ہیں- جیسا کہ وہ اپنی نظم "Az apostol" میں لکھتے ہیں:

"قوم کو غلامی میں رکھنا کبھی ممکن نہ ہو گا- جب دلوں میں شعور اور حریت کی روشنی ہو گی"-

پیٹوفی اشرافیہ اور بادشاہت کے سخت ناقد تھے، وہ اس بات کے حامی تھے کہ اقتدار کا اصل سرچشمہ عوام ہیں- یہ نظریہ یورپی سیاسی فلسفے خصوصاً Jean Jacques Rousseau کے تصورِ عوامی حاکمیت (Popular Sovereignty) سے ہم آہنگ ہے- پیٹوفی کے نظریات میں جمہوری حکومت، عوامی نمائندگی اور مساوی سیاسی حقوق جیسے اصول نمایاں ہیں- ان کی شاعری میں قوم پرستی (Nationalism) کا عنصر موجود ہے جو کہ تنگ نظری پر مبنی نہیں بلکہ آزادی اور انسانی وقار سے جڑا ہے- وہ چاہتے تھے کہ ہنگری ایک آزاد، خود مختار اور جمہوری ریاست بنے- پیٹوفی کی سیاسی فکر صرف نظریاتی نہیں بلکہ عملی بھی تھی- انہوں نے انقلابی تحریک میں براہِ راست حصہ لیا اور آزادی کی جدوجہد میں اپنی جان قربان کر دی- جس کی بدولت وہ آج بھی ہنگری کے 'انقلابی شاعر' کے طور پر جانے جاتے ہیں-

معاشی نظریات:

اقبالؒ نے اپنی شاعری میں سرمایہ دارانہ استحصال اور معاشی ناانصافی پر تنقید کی ہے- وہ ایک ایسے معاشی نظام کے حامی ہیں جس میں انصاف اور مساوات کو بنیادی حیثیت حاصل ہو- اقبالؒ کے نزدیک معاشی نظام کا مقصد صرف دولت کی پیداوار نہیں بلکہ انسان کی فلاح اور معاشرتی انصاف ہونا چاہیے- وہ محنت کش طبقے کے حقوق کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیتے ہیں- جیسا کہ انہوں نے کہا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

پیٹوفی کی شاعری میں بھی معاشی مسائل کا ذکر ملتا ہے، خاص طور پر کسانوں اور مزدوروں کی زندگی کے حوالے سے ان کی شاعری میں ایک ایسا معاشرہ دکھائی دیتا ہے جہاں معاشی استحصال کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے- پیٹوفی کے نزدیک سیاسی آزادی کے ساتھ ساتھ معاشی آزادی بھی ضروری ہے- وہ ایک ایسے معاشرے کا تصور پیش کرتے ہیں جہاں عوام کو معاشی مواقع برابر میسر ہوں، استحصالی نظام ختم ہو، اور قومی وسائل عوامی فلاح کے لئے استعمال ہوں- پیٹوفی عوام کو جھنجوڑتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اٹھو اے عوام، اپنے حق کے لئے- زمین تمہاری ہے، محنت تمہاری ہے- غلامی نا رہنے دو، ظلم کا تخت نہ بننے دو- بادشاہ اور اشرافیہ کی جبر کی زنجیر توڑ دو"-

پیٹوفی کی فکر میں ریاست اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی فلاح کے لئے کام کریں تاکہ غربت کم ہو، وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو اور عام آدمی باعزت زندگی گزار سکے- پیٹوفی کے معاشی نظریات بنیادی طور پر سماجی انصاف، معاشی مساوات اور عوامی فلاح کے اصولوں پر مبنی ہے-

معاشرتی نظریات:

اقبالؒ کی فکر میں تہذیبی بیداری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے- وہ مسلمانوں کو اپنی تہذیبی اور روحانی شناخت کو برقرار رکھنے کی دعوت دیتے ہیں- اقبال کے نزدیک ایک صحت مند معاشرہ وہ ہوتا ہے جو اپنی ثقافتی اقدار اور اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے جدید دور کے چیلنجز کا سامنا کرے- اقبالؒ فرماتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا

پیٹوفی کی شاعری ہنگری کی ثقافت اور قومی شناخت کو بہت نمایاں کرتی ہے جو ہنگری کی زبان، روایت اور قومی تشخص کو مضبوط بناتے ہیں- ان کی فکر میں معاشرتی شعور ایک اہم مقام رکھتا ہے- پیٹوفی اپنی ایک نظم "If you are a Man, Be a Man" میں لکھتے ہیں:

"اگر تو آدمی ہے تو آدمی بن- اپنی قیمت اپنے عمل سے ثابت کر- دل میں حوصلہ رکھ، خوف کو مٹادے- جس نے کبھی جدوجہد نہ کی، وہ غلام ہے- جواپنے حق کیلئے کھڑا نہ ہو- اس کا وجود بے معنی ہے- اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدل- صرف سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا"-

پیٹوفی اپنی اس نظم میں ہنگری کے ہر باسی کو باکردار، باعمل اور ذمہ دار شہری بننے پر زور دیتے ہیں- پیٹوفی کی فکر میں وطن سے محبت اور معاشرتی اتحاد ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں- ان کے نزدیک ایک مضبوط قوم اسی وقت وجود میں آسکتی ہے جب معاشرے کے تمام افراد میں اتحاد، تعاون اور مشترکہ ذمہ داری کا احساس ہو- ان کی شاعری اس بات پر زور دیتی ہے کہ معاشرہ تبھی ترقی کر سکتا ہے جب انسان ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں-

حاصل کلام:

اقبالؒ اور پیٹوفی کی فکر میں کئی اہم مماثلتیں پائی جاتی ہیں:

- دونوں کے ہاں انسانی وقار اور آزادی بنیادی اقدار ہیں-
- دونوں نے شاعری کو سماجی اور سیاسی شعور کی بیداری کا ذریعہ بنایا-
- دونوں کی شاعری نے قومی تحریکوں اور اجتماعی شعور کو متاثر کیا-

تاہم دونوں شعراء کے درمیان فلسفیانہ اختلاف بھی موجود ہے:

- اقبالؒ کی فکر فلسفیانہ اور روحانی بنیادوں پر قائم ہے-
- اقبالؒ کا تصور انسان عالمگیر ہے جبکہ پیٹوفی کا مرکز قومی آزادی ہے-
- پیٹوفی کی شاعری انقلابی اور سیاسی نوعیت کی حامل ہے، جو حصول مملکت پر بنیاد رکھتی ہے-

یہ تقابلی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ اقبالؒ اور پیٹوفی دو مختلف خطوں اور زمانوں کے شاعر ہیں جو مختلف تہذیبی اور تاریخی پس منظر رکھتے ہیں- تاہم ان کی شاعری میں انسانی آزادی، وقار اور اجتماعی بیداری کے مشترک تصورات موجود ہیں- دونوں نے اپنی شاعری کو محض جمالیاتی اظہار تک محدود نہیں رکھا بلکہ قومی بیداری اور اخلاقی تعمیر کا ذریعہ بنایا- جہاں پیٹوفی کی شاعری نے ہنگری کے باسیوں کو شعور کی نمو بخشی وہیں ظلم، غلامی اور استبداد کے خلاف آواز اُٹھانے کی بھی جرأت عطا کی- دوسری طرف اقبالؒ نے مسلمانوں کو فکری و روحانی بیداری کا پیغام دیتے ہوئے خودشناسی، آزادی اور اجتماعی حیات کے تصورات کے ذریعے ایک زندہ اور متحرک امّت کا تصور پیش کیا- اگر دو لفظی بات کہی جائے تو دونوں شعراء کی فکر کا مرکزی پیغام ایک ہی ہے: انسان کو غلامی، جمود اور ناانصافی کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے اور اپنی آزادی وو قار کیلئے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے-

☆☆☆

پاکستانی نوجوان اور شناختی بحران

محمد ذیشان دانش

قوموں کی تاریخ میں شناخت (Identity) ایک بنیادی عنصر ہے- جب کسی قوم کی نظریاتی، ثقافتی یا سیاسی بنیادیں غیر واضح ہو جائیں تو معاشرہ شناختی بحران (Identity Crisis) کا شکار ہو جاتا ہے- اس تصور کو نفسیاتی طور پر امریکی ماہر نفسیات ایرک اریکسن (Erik Erikson) نے واضح کیا جس کے مطابق فرد یا معاشرہ اس وقت شناختی بحران کا شکار ہوتا ہے جب وہ اپنی اقدار، مقصد اور اجتماعی سمت کے بارے میں غیر یقینی کا شکار ہو جائے- ہر معاشرہ اپنی بقا اور ترقی کے لئے نوجوان نسل پر انحصار کرتا ہے- نوجوان کسی بھی قوم کے فکری، سماجی اور معاشی مستقبل کے معمار ہوتے ہیں- پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جہاں نوجوان آبادی کا تناسب بہت زیادہ ہے- مختلف اندازوں کے مطابق پاکستان کی آبادی کا تقریباً 60 فیصد حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے- یہ ایک بڑی قوت بھی ہے اور ایک بڑا چیلنج بھی-

موجودہ دور میں پاکستانی نوجوان ایک اہم مسئلے یعنی شناختی بحران (Identity Crisis) کا سامنا کر رہے ہیں- اس بحران کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان اپنی ذاتی، فکری، مذہبی، ثقافتی اور قومی شناخت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں- وہ یہ طے نہیں کر پاتے کہ ان کی اصل شناخت کیا ہے اور انہیں کس سمت میں اپنی شخصیت کو تشکیل دینا چاہیے-

اس مرحلہ پر یہ باور کروانا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ صرف موجودہ دور کا نہیں بلکہ ایک مستقل صورتحال ہے جس سے ایرک ایرکسن کے مطابق ہر فرد، عمر کے ہر حصے میں گزر رہا ہوتا ہے- ایرک ایرکسن نفسیاتی تھیوری[1] میں پیدائش سے لے کر 65 برس کے بعد تک نفسیاتی ارتقائی مراحل یا نفسیاتی نشو و نما کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں- ایرک کے بقول ہر ایج بریکٹ میں شناخت کے مسائل مختلف ہوتے ہیں لیکن ہوتے ضرور ہیں ان کا تعلق کامیابی اور ناکامی سے بہت گہرا ہوتا ہے-

سماجی و معاشرتی علوم میں نوجوانی کو انسانی زندگی کا ایک اہم عبوری مرحلہ سمجھا جاتا ہے- تعریف کے مطابق نوجوانوں کی عمر 15 سے 24 سال کے درمیان ہوتی ہے- بعض اوقات یہ عمر 15 سے 29 سال تک بھی شمار کی جاتی ہے- یہ عمر شخصیت سازی، نظریاتی تشکیل اور سماجی کردار کی تعمیر کا دور ہوتی ہے- اسی مرحلے میں انسان اپنے مستقبل کے اہداف، نظریات اور سماجی شناخت کو تشکیل دیتا ہے- اس مرحلہ پر مختلف عناصر جیسے اس کی ذات، جنس، صحت، علاقائی، نسلی و خاندانی پہچان، معاشرے میں اس کا اور اس کے خاندان کا کردار، تعلیم و تربیت، جذباتی سیاسی وابستگی، مذہب، خاندانی و معاشرتی اقدار اور ان تمام چیزوں کے بارے میں فرد کی اپنی سوچ اور تصورات وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جو شناختی تشکیل میں معاون ہوتے ہیں- ایرکسن کے مطابق نوجوانی میں ایک فرد "میں کون ہوں اور میرا کام کیا ہے؟" یعنی نوجوان پیشے، عقائد اور سماجی کردار کے بارے میں واضح فیصلہ نہیں کر پاتے تو اسے شناختی بحران کہا جاتا ہے-

[1]https://fiveable.me/educational-psychology/unit-12/eriksons-psychosocial-theory/study-guide/YXZ2ZwtwuylvsZNq

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کی فقط ایک شناخت نہیں ہوتی وہ مختلف شناختوں کے ساتھ جیتا ہے۔ جیسے مذہبی شناخت، سیاسی شناخت، سماجی شناخت، ثقافتی شناخت، علاقائی شناخت، پیشہ وارانہ شناخت وغیرہ - اگر انسان خصوصاً نوجوان اپنی شناختوں کو واضح کر لے تو اس کی شخصیت میں خود اعتمادی، مقصدیت اور استحکام پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اہداف کے حصول کی خاطر محنت، لگن اور یکسوئی کے ساتھ گامزن ہو جاتا ہے- لیکن اگر اپنی شناخت کو واضح نہ کرے تو اضطراب، بے چینی اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے- نوجوانی میں محدود مشاہدہ، حقائق کے ادراک کی کمی اور توقعات کا ضرورت سے زیادہ بڑھا ہوا ہونا اور خود ساختہ خود اعتمادی و نرگسیّت وغیرہ وہ عوامل ہیں جو، حقیقت کو جان لینے کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور نوجوان شناختی بحران کا شکار ہو جاتے ہیں- کسی وقت یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شناخت تو واضح ہوتی ہے لیکن دوسری شناخت کی وضاحت نہیں مل رہی ہوتی یا دوسری شناخت کے حصول میں مشکل درپیش ہوتی ہے تو بھی کہیں نا کہیں شناختی بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے - مثلاً کسی فرد کی مذہبی شناخت تو واضح ہے لیکن پیشہ ورانہ شناخت ابہام کا شکار ہے تو بحران کی کیفیت مکمل نہ سہی جزوی طور پر ضرور موجود ہوتی ہے-

پاکستانی نوجوان میں شناختی بحران کی وجوہات:

پاکستانی نوجوانوں میں شناختی بحران ایک پیچیدہ سماجی، نفسیاتی اور تاریخی مسئلہ ہے- یہ بحران اس وقت پیدا ہوا جب نوجوان کو اپنی ذاتی، سماجی، قومی اور فکری شناخت کے بارے میں واضح رہنمائی نہ ملی- ذیل میں اہم وجوہات کو اجمالی انداز میں بیان کرنے کی سعی کی جا رہی ہے-

1- نظریاتی اور قومی شناخت کا ابہام

پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریے پر رکھی گئی تھی اور اس کا وجود خالصتاً اسلامی ہے- مملکت خداداد کی شناخت سو فیصد اسلامی ہے - لیکن وقت کے ساتھ قومی بیانیہ واضح انداز میں نوجوانوں تک منتقل نہیں ہو سکا جس کی وجوہات بے شمار ہیں - نصاب، میڈیا اور سیاسی بیانیے میں تضاد پایا جاتا ہے- نوجوان یہ سمجھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں کہ ان کی اسلامی، قومی اور عالمی شناخت کا توازن کیا ہونا چاہیے- اس کے ساتھ ساتھ علاقائی و لسانی شناخت کے حوالے سے گاہے بگاہے منفی پراپیگنڈہ اور حقوق کے نام پر دشمنانِ مملکت خداداد کو کمزور کرنے کے حوالے سے فنڈنگ پاکستان کی اسلامی شناخت پر سوال کھڑے کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے، مزید ہماری قیادت کی کمزوریاں بھی اس میں شامل ہیں- جو قوم و ملک کی شناخت کے بارے میں نوجوان نسل کے اذہان میں ابہام پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کر رہی ہے-

2-مذہبی فہم میں عدم توازن

اگر مذہبی تعلیم، گہرائی اور حکمت کے ساتھ نہ ہو، صرف رسمی یا جذباتی ہو، تو نوجوان مذہب کو زندگی کے عملی نظام کے طور پر نہیں سمجھ پاتے، جس سے ان کی روحانی شناخت کمزور ہو جاتی ہے- ایک طرف تو یہ مسئلہ ہے اور دوسری طرف سوشل میڈیا پر غیر مستند اور غیر سنجیدہ لوگ ایک طرف تو 1400 سالہ روایات پر انگشت نمائی کر رہے ہیں اور ساتھ میں فرقہ واریت کا عفریت ہمیں اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے- ہم اپنے فرقوں کی قربان گاہ میں اسلام جو ایک حقیقی مذہب اور دین ہے کو روزانہ کی بنیاد پر قربان کر رہے ہیں- مزید الحاد، عقلی و فلسفیانہ موشگافیوں کے ذریعے تشکیک کا بیج نوجوانوں کے اذہان میں بو رہا ہے- جس کے

باعث پاکستان کے نوجوان اپنی اسلامی شناخت کے بارے میں مشکوک ہو رہے ہیں اور کئی سوالات اٹھاتے ہیں- لیکن اگر مغرب میں عیسائیت ، صیہونیت ، اشتراکیّت، لادینیّت، اور مشرق میں ہندتوا اور بدھ ازم کے زیر اثر ممالک ترقی کریں اور اپنی مذہبی شناخت پر قائم رہیں اور فاخر ہوں تو اس پر ہمارے ہاں نہ تو کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی تنقید- لیکن پاکستان میں اسلامی شناخت کے بارے میں ابہام ہماری نوجوان نسل کے اذہان کا بحران ہے جو اپنی مذہبی شناخت پر اعتماد میں کمی کے باعث ہے-

3- ثقافتی اور تہذیبی تضاد

پاکستانی معاشرہ ثقافتی کشمکش کا شکار ہے- ایک طرف روایتی اور مذہبی اقدار دوسری طرف جدید مغربی ثقافت اور گلوبلائزیشن، نوجوان دونوں کے درمیان توازن قائم کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں، ہمارا نوجوان اپنی ملت پر اقوام مغرب سے قیاس کرتا ہے جس سے تہذیبی الجھن پیدا ہوتی ہے- اس الجھن سے بچنے کیلئے ترکیبِ قوم رسول ہاشمی (ﷺ) کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے- اگر یہ اعتماد پیدا نہیں ہو گا تو نوجوان نسل اس معاملے میں گریز و کشمکش کا شکار رہے گی-

4- تعلیمی نظام کی کمزوریاں

پاکستان کا تعلیمی نظام نوجوانوں کو واضح فکری اور عملی شناخت دینے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا- تعلیم زیادہ تر امتحان اور ڈگری تک محدود ہے- تحقیق، تخلیقی سوچ اور تنقیدی فکر کی کمی، تعلیم اور عملی زندگی (روزگار) کے درمیان واضح تعلق نہیں- نتیجہ یہ کہ نوجوان اپنی تعلیم کے باوجود مستقبل کے بارے میں غیر یقینی محسوس کرتے ہیں- اس کے ساتھ ساتھ مختلف طرز کے تعلیمی نظام اور ان سے جُڑے حقائق سے نظر چرانا ناممکن ہے- کم از کم تین طرح کے تعلیمی نظام پاکستان میں متوازی طور پر لاگو ہیں جن میں سرکاری تعلیمی نظام، پرائیویٹ سکول سسٹم ان میں بھی ایک بڑی تعداد ان اداروں کی ہے جن کی وابستگی بیرونی ممالک کے کالجز و جامعات کے ساتھ ہے اور مدرسہ نظامِ تعلیم جہاں عمومی طور پر چند ایک کو چھوڑ کر پرانا نصاب ازبر کروایا جاتا ہے- ان تینوں نظاموں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباو طالبات کے نفسیاتی و انداز فکر میں زمین آسمان کا فرق ہے جو مجموعی طور پر معاشرے میں تضاد کا باعث بن کر الجھنوں کو جنم دینے میں معاون و مددگار ہوتے ہیں-

تعلیمی نظام میں یہ تو ان کی بات تھی جو کسی نہ کسی طرح سکول و کالج تک پہنچ جاتے ہیں اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 5 سے 16 سال کی عمر کے تقریباً 2.5 کروڑ بچے سکول نہیں جاپاتے- یہ اس عمر کی حد کا تقریباً 35 فیصد بنتے ہیں-[2] یہ 2.5 کروڑ نوجوان مجموعی طور پر شناختی بحران کے عمل میں شامل ہیں جن کا ایک بڑا اثر قوم کی اجتماعی نفسیات میں ضرور شامل ہوتا ہے-

5- معاشی مسائل اور بے روزگاری اور حکومتی اقدامات

پاکستان میں عمومی طور پر نوکری پیشہ رجحان زیادہ پایا جاتا ہے- خود سے کسی ”سیٹ اپ“ کا آغاز کرنا اور ایسے مواقع بہم پہنچانا جس سے خود کفیل ہوا جائے اور روزگار کے مواقع بھی پیدا کئے جائیں تھوڑا مشکل کام ہے- اگر کوئی ایسا

[2]https://www.unicef.org/pakistan/education

کرتا ہے تو حکومتی سطح پر اس کو پذیرائی نہیں ملتی یعنی قوانین ٹیکسز کا نظام اور رجسٹریشن وغیرہ کا عمل اتنا طویل اور غیر یقینی ہے جو بددِلی پیدا کرتا ہے۔اس کے برعکس شارٹ کٹس، جیسے رئیل اسٹیٹ میں انویسٹ کرنا، مصنوعی مارکیٹ میں قیمتوں کا اُتار چڑھاو اور اس سے پیسہ کمانا جیسا کہ گزشتہ دو دہائیوں میں کئی نوجوانوں نے رئیل اسٹیٹ سے خوب پیسہ کمایا جو باقی نوجوانوں کے لئے اک خواب اور منزل بن گئے۔ روزگار کے محدود مواقع، معاشی عدم استحکام، مہنگائی اور معاشی دباؤ اور ایک طبقے کی دولت کی چکا چوند یہ وہ عوامل ہیں جو نوجوانوں کی Self-Esteem اور اعتماد کو متاثر کرتے ہیں، جس سے وہ اپنے کردار اور مستقبل کے بارے میں غیر یقینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

6-خاندانی اور سماجی دباؤ

پاکستانی معاشرے میں نوجوانوں پر اکثر اوقات مخصوص کیریئر اختیار کرنے کا دباؤ، سماجی توقعات، موازنہ (Comparison Culture) کا رُجحان عام ہے یہ عوامل نوجوان کی ذاتی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو دبانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں کیریئر کونسلنگ کا نہ ہونا اور اپنی صلاحیتوں سے ناواقفیت، عمدہ اور تخلیقی شوق کی کمی بھی نوجوانوں کو شناختی بحران کی سمت دھکیلتی ہے۔

یہ ایک عمومی تجزیہ تھا جس میں سوشل میڈیا، اے آئی اور جدید ٹیکنالوجی کے کردار کا شناختی بحران پر اثرات کا جائزہ نہیں لیا گیا۔ اگر ہم موجودہ دور میں سوشل میڈیا، اے آئی اور جدید ٹیکنالوجی کے کردار کا پاکستانی نوجوان کے شناختی بحران پر اثرات کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ سوشل میڈیا، اے آئی اور جدید ٹیکنالوجی کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

7-پاکستانی نوجوان، سوشل میڈیا اور شناختی بحران

پاکستانی نوجوان سوشل میڈیا پر، خاص طور پر ٹک ٹاک، انسٹاگرام اور یوٹیوب جیسے پلیٹ فارمز پر اپنی تخلیقی صلاحیتیں (خود ساختہ) دکھاتے ہیں۔ اس کو تخلیقی صلاحیت کہنا بھی درست ہے کہ نہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے ٹرینڈنگ ویڈیوز اور مواد بنانے میں انتہائی اعتماد دکھاتے ہیں۔ توجہ، لائیکس، شئیرز اور فالورز کے ذریعے اپنا آپ منواتے ہیں جس سے معاشرے میں شہرت حاصل کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر کامیابی فوری اور نمایاں ہوتی ہے، اس سے نوجوانوں کو فوری طور پر خود اعتمادی ملتی ہے، اگر مخالفت بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ منفی کمنٹس کئے جاتے ہیں۔ یہ منفی کمنٹس بھی سوشل میڈیا کی کامیابی کے طور پر ہی دیکھے جاتے ہیں کہ پوسٹ پر انگیجمنٹ کتنی ہے، بلکہ کئی مرتبہ تو دانستہ اور پلاننگ کے تحت منفی حرکات کی جاتی ہیں تاکہ انگیجمنٹ زیادہ ہو۔ لیکن یہ کامیابی حقیقی دنیا کی طویل محنت مستقل کام اور حقیقی رکاوٹوں کے باعث یہ سوشل میڈیا کے ہیرو حاصل

نہیں کرسکتے۔یہی وجہ ہے کہ حقیقی زندگی میں، جیسے کہ تعلیمی میدان، تحقیق، ایجاد، صنعت اور سائنسی ترقی میں ہمارا نوجوان کہاں کھڑا ہے؟ سوشل میڈیا کا یہ نوجوان اپنے دوستوں اور آن لائن کمیونٹی کی توجہ اور تعریف کے مطابق

خود کو پرکھتے ہیں، جس سے ذاتی اور قومی شناخت کی کمی پیدا ہوتی ہے- کیونکہ سوشل میڈیا پر فوری توجہ نوجوانوں کی Recognition from Others کو بڑھاتی ہے، حقیقی دنیا کی رکاوٹیں Self-Respect اور حقیقی خود اعتمادی کو متاثر کرتی ہیں جس کے نتیجے میں نوجوان دوہری شناخت (Dual Identity) کے شکار ہو جاتے ہیں- ایک آن لائن پُر اعتماد شخصیت ایک حقیقی دنیا میں الجھن اور اضطراب کا شکار شخصیت جس کا کل وقت اپنی اگلی آنے والی ویڈیو کے لائک اور شئیرنگ کو گزشتہ سے زیادہ ہونے اور اس کے وائرل ہونے کے اضطراب میں گم ہوتی ہے- اگر کبھی حکومتی پالیسی کی وجہ سے یہ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز بند ہو جائیں جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے تو ان کی آن لائن شناخت کا کیا بنے گا؟ اس بارے میں ’’ڈیجیٹل ڈیتھ‘‘ کی اصطلاح بھی گردش کرتی ہے، کسی بھی وجہ سے ڈیجیٹل موت سے ہمکنار ہونے والے کئی دیگر نفسیاتی بحرانوں کا شکار ہو جاتے ہیں-

8- قیادت اور رول ماڈلز کی کمی

نوجوانوں کو علاقائی سطح پر ایسے مثبت اور علمی رول ماڈلز کم ملتے ہیں جو، علم، تحقیق، اخلاق، قومی خدمت، میں مثال بن سکیں- جن تک نوجوانوں کی رسائی ہو اور وہ ان کے ساتھ وقت گزار کر ان سے کچھ سیکھ سکیں، ایسا نہیں ہے کہ ہمارا معاشرہ بالکل بنجر اور بانجھ ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قحط الرجال اور قحط النساء کا دور ہے- لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسے لوگ جو رول ماڈلز ہونے چاہئیں بہت کم ہیں یا سوشل میڈیا کی چکاچوند میں ہمارا نوجوان ان کو رول ماڈل سمجھ نہیں رہا کیونکہ شاید وہ شہرت اور سوشل میڈیا سے دور ہیں جن کے باعث وہ نوجوانوں کی پہنچ سے باہر ہیں- جب معاشرے میں سیاسی یا سماجی عدم اعتماد بڑھتا ہے تو نوجوان اپنی شناخت کے لیے واضح راستہ نہیں دیکھ پاتے اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدم اعتماد خود ساختہ ہوتا ہے- اگر یہ رول ماڈلز نوجوانوں سے ربط میں رہیں تو اس عدم اعتماد کو اعتماد میں بدلا جا سکتا ہے-

پاکستانی نوجوان میں شناختی بحران کے حل کیلئے تجاویز:

نظریاتی ابہام کا حل

آج کے نوجوان اپنی قومی اور فکری شناخت کے بارے میں واضح تصور نہیں رکھتے-

- تعلیمی نصاب میں پاکستان کی فکری بنیاد، تاریخ اور قومی مقاصد کو واضح انداز میں شامل کیا جائے-
- اسلامی اخلاقیات، سماجی ذمہ داری اور قومی خدمت کے تصورات کو عملی مثالوں کے ساتھ پڑھایا جائے-
- نوجوانوں میں تنقیدی سوچ (Critical Thinking) پیدا کی جائے تاکہ وہ اپنی شناخت کو شعوری طور پر سمجھ سکیں- (تنقیدی سوچ پروان چڑھنے سے ان کے اذہان میں سوالات جنم لیں گے، سوال کرنے کی آزادی ہو جن کا تسلی بخش جواب دیا جائے)-
- مکالمہ کی فضا پیدا کی جائے تاکہ نوجوان اسی نظریاتی ابہام سے نکلے اور ایک پر اعتماد شناخت کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھے-

ثقافتی تضاد کا حل

روایتی اقدار اور جدید عالمی ثقافت کے درمیان کشمکش نوجوانوں کے لئے بنیادی مسئلہ ہے نوجوان اسی کو ثقافت سمجھ بیٹھا ہے جسے وہ سوشل میڈیا کے ذریعے دیکھ رہا ہے- ضرورت اس امر کی ہے کہ:

- نوجوانوں کو اپنی ثقافتی تاریخ، ادب اور فکری ورثہ سے روشناس کرایا جائے-
- جدید علوم اور ٹیکنالوجی کو اپنی تہذیبی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی تربیت دی جائے-
- ثقافتی پروگرام، ادبی سرگرمیاں اور علمی مباحث نوجوانوں میں ثقافتی اعتماد پیدا کر سکتے ہیں-

تعلیمی نظام کی اصلاح

پاکستان میں تعلیم زیادہ تر امتحان اور ڈگری تک محدود ہے- غیر رسمی تعلیم اور سٹڈی سرکل کا خاصا فقدان ہے-

- تعلیمی نظام میں تحقیق، تخلیقی صلاحیت اور حقیقی مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے کی تربیت شامل کی جائے۔
- یونیورسٹیوں اور کالجز میں ریسرچ پراجیکٹس جو کہ عالمی معیار کے مطابق ہوں، Innovation Labs اور Skill-Based Learning کو فروغ دیا جائے۔
- جو بچے سکول نہیں جاسکتے کمیونٹی سطح پر ان کے کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔
- طلبہ کو صرف نوکری کیلئے نہیں بلکہ علم، ایجاد اور معاشرتی خدمت کے لیے تیار کیا جائے۔

معاشی مسائل اور روزگار

بے روزگاری اور معاشی غیر یقینی پاکستان کا ایک بڑا مسئلہ ہے یہ مسئلہ نوجوانوں کے اعتماد کو متاثر کرتا ہے۔ حکومت اور نجی شعبہ مل کر Entrepreneurship Programs اور Startup Support فراہم کریں۔ فنی و تکنیکی تعلیم (Technical & Vocational Training) کو فروغ دیا جائے۔ آج کے دور کے حساب سے نوجوانوں کو ڈیجیٹل معیشت، ٹیکنالوجی اور ہنر کی تربیت دی جائے۔

خاندانی دباؤ کا توازن

- خاندان اکثر نوجوانوں پر مخصوص کیریئر یا سماجی توقعات مسلط کر دیتے ہیں۔ والدین کو کیریئر کونسلنگ اور نوجوانوں کی نفسیاتی تربیت کے بارے میں آگاہی دی جائے۔
- نوجوانوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رُجحانات کو مدِّ نظر رکھا جائے۔ خاندان کو نوجوان کی شخصیت سازی میں حوصلہ افزائی اور اعتماد کا ماحول پیدا کرنا چاہیے۔
- اس سلسلے میں تعلیمی ادارے والدین کی بھی کونسلنگ کریں۔

سوشل میڈیا کا مثبت اور متوازن استعمال

سوشل میڈیا پر فوری شہرت نوجوانوں کی حقیقی شناخت کو متاثر کرتی ہے، خاص طور پر پلیٹ فارمز جیسے ٹک ٹاک، یوٹیوب اور انسٹاگرام وغیرہ۔ سوشل میڈیا ہماری زندگی اور معاشرے میں بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے اس انرجی کو مثبت سمت میں لانا ازحد ضروری ہے۔ اس کے لئے:

- تعلیمی اداروں میں ڈیجیٹل لٹریسی اور Responsible Media Use کی تعلیم دی جائے۔
- نوجوانوں کو سکھایا جائے کہ سوشل میڈیا کو تعلیم، تخلیق اور مثبت اظہار کے لیے استعمال کریں۔
- آن لائن سرگرمیوں اور حقیقی زندگی کی کامیابیوں میں توازن پیدا کیا جائے۔
- نوجوانوں کے emotional and spiritual intelligence پر کام ہونا چاہیئے اور اسے ہر کلاس میں لازمی مضمون کے طور پر پڑھانا چاہیئے۔ مزید جامعات اور کالجز اس موضوع پر ورکشاپس کے انعقاد کو ضروری بنائیں۔

اگر تعلیمی ادارے، خاندان، میڈیا اور ریاست مشترکہ طور پر نوجوانوں کو علم، اخلاق، تحقیق اور قومی خدمت کی سمت دیں تو پاکستانی نوجوان اپنی واضح شناخت، خوداعتمادی اور تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ نہ صرف اپنا مستقبل سنوار سکتے ہیں بلکہ ملک کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

☆☆☆

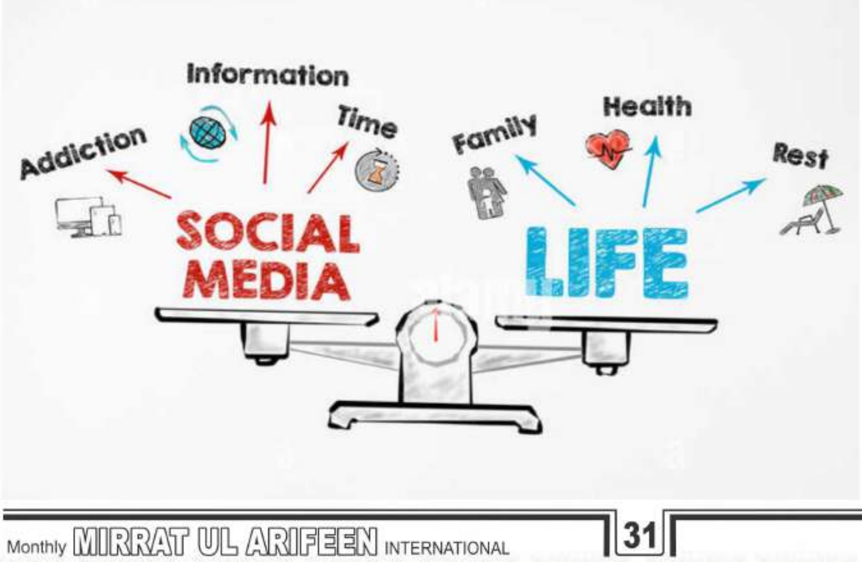

نمازِ استخارہ کے احکام

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

مسلمان کی زندگی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو سنتِ نبوی (ﷺ) کے مطابق انجام دینے کی کوشش کرتا ہے- کوئی بھی معاملہ ہو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ایک سچا مسلمان حضور نبی پاک (ﷺ) کی تعلیمات اور طریقے کو چھوڑ کر قدم نہیں اٹھاتا-

جیسا کہ علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک بزرگ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

> کاملِ بسطام در تقلید فرد
> اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

بسطام کے مردِ کامل (حضرت بایزید بسطامیؒ) تقلید میں بے مثال تھے- آپؒ نے خربوزا کھانے سے انکار کر دیا- (کیونکہ معلوم نہیں تھا کہ محبوب کریم (ﷺ) نے کس طرح کاٹا اور کس طرح کھایا)-

> عاشقی؟ محکم شو از تقلید یار
> تا کمند تو شود یزدان شکار

’’کیا تو عاشق ہے؟ (یعنی اگر تو عاشق ہے تو پھر) آپ (ﷺ) کی پیروی کر اور اس پیروی پر پختہ ہو جا- تاکہ تیری کمند تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے-

یہ شعر دراصل اس بات کی مثال کے طور پر ہے کہ عاشقِ رسول (ﷺ) اپنی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے عمل میں بھی سنت کی پیروی چاہتا ہے- اور سُنتِ رسول (ﷺ) سے اس کی محبت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ ایک مستحب کو بھی قضا کرنا گوارا نہیں کرتا- جیسا کہ حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی متابعت میں ایک مستحب بھی قضا نہیں ہونے دیا‘‘-

جائز امور میں اللہ اور اس کے رسول پاک (ﷺ) کی رضاو خوشنودی کی تلاش یقیناً ہر مسلمان کی دِلی آرزُو ہوتی ہے اسی لیے جب انسان کسی اہم فیصلے یا معاملے میں تردُّد محسوس کرے تو وہ اپنی محدود عقل اور تجربے پر مکمل اعتماد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے- اس رجوع کا ایک عظیم طریقہ استخارہ ہے، جو کہ حضور نبی کریم (ﷺ) کی مبارک سنت ہے-

استخارے کا مفہوم و شرعی حیثیت:

لفظ استخارہ عربی کے لفظ خَیر سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: بھلائی طلب کرنا-

اصطلاح میں استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اگر اس کام میں اس کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے تو اسے آسان فرما دے، اور اگر اس میں نقصان یا شر ہے تو اسے اس سے دور کر دے-

شرعی حیثیت سے جب کسی شخص کو کوئی جائز معاملہ درپیش ہو اور وہ اس میں تذبذب کا شکار ہو کہ اسے کرے یا نہ کرے، یا جب وہ کسی کام کا پختہ ارادہ کرے، تو ایسے موقع پر نمازِ استخارہ کرنا سنت ہے- جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

’’سیدی رسول اللہ (ﷺ) ہمیں ہر کام میں استخارہ کرنا اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے‘‘-[1]

[1](صحیح بخاری، کتاب الجمعہ)

استخارے کا مسنون طریقہ:

استخارہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اچھی طرح وضو کرے، دن یا رات میں کسی بھی وقت بشر طیکہ وہ نفل کی ادائیگی کا مکروہ وقت نہ ہو دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں، نیت یہ ہو کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے، اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں-

دو رکعت نفل نماز ادا کرے پھر سلام پھیرے نماز کے بعد درود شریف پڑھیں اور اللہ پاک کی بارگاہ اقدس میں یہ دعا کریں جو سیّدی رسول اللہ (ﷺ) نے تلقین فرمائی ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ - أَوْ قَالَ: فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ - فَاقْدُرْهُ لِيْ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ- أَوْ قَالَ: فِيْ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهٖ - فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ، وَيُسَمِّيْ حَاجَتَهٗ"[2]

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعے خیر طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے تیری قدرت سے طاقت مانگتا ہوں، اور میں تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں- بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں کچھ بھی قدرت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے- اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام (جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں) میرے دین، میری دنیا اور میرے انجام کے لحاظ سے بہتر ہے، تو اسے میرے لیے مقدر کر، اسے آسان بنادے اور اس میں برکت دے- اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین، میری دنیا اور انجام کے لحاظ سے برا ہے، تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے ہٹا دے، اور میرے لیے جہاں کہیں بھی ہو، بھلائی مقدر کر دے، پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دے- سیّدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: پھر (اللہ پاک کی بارگاہ اقدس میں) اپنی حاجت بیان کرو"-

نوٹ:

استخارہ کے لئے یہ بھی شرط ضروری ہے کہ وہ کام جائز ہو، ناجائز کام کے لئے استخارہ نہیں کیا جائے گا- جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) استخارے سے متعلق حدیثِ پاک کی شرح بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"بشر طیکہ وہ کام نہ حرام ہو، نہ فرض وواجب اور نہ روز مرہ کا عادی کام، لہٰذا نماز پڑھنے حج کرنے یا کھانا کھانے پانی پینے پر استخارہ نہیں"-

خلاصہ کلام:

استخارہ سنتِ نبوی (ﷺ) کا ایک عظیم عمل ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، عاجزی اور کامل توکل کی تعلیم دیتا ہے- جب مسلمان کسی جائز شرعی معاملے میں ہچکچاہٹ یا پریشانی کا شکار ہو مثلاً کسی جگہ شادی کا رشتہ یا کوئی جائز شرعی کاروبار تو اس معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی و خیر طلب کرتا ہے، دراصل وہ اپنے آپ کو عاجز وناتواں تصور کرتے ہوئے اپنے رب کی حکمت اور علم پر اعتماد کرتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا اور عبادت ہے، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ استخارہ کے بعد لازماً خواب آنا ضروری ہے، لیکن علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے- اصل بات یہ ہے کہ دل کا میلان کسی طرف ہو جائے، اگر وہ معاملہ اس کیلئے بہتر ہے تو حالات اس طرف آسان ہو جائیں اور اگر انجام کے اعتبار سے وہ معاملہ اس کی حق میں بہتر نہیں ہے تو االلہ تعالیٰ اس کام میں رکاوٹ پیدا فرمادے-

☆☆☆

[2] (ایضاً)

محدث العصر امام ہشیم بن بشیر الواسطی (رحمۃ اللہ علیہ)

مفتی محمد صدیق خان قادری

نام ونسب:

آپ کا نام ہشیم، کنیت ابو معاویہ اور نسب نامہ کچھ اس طرح سے ہے ہشیم بن بشیر بن ابی حازم قاسم بن دینار-[1]

ولادت ووطن:

آپ کی ولادت 104ھ کو واسط میں ہوئی بعد ازاں وہ بغداد منتقل ہو گئے یہاں تک کہ ان کا وصال بھی اسی شہر میں ہوا-بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ بخاری الاصل تھے-[2] آپ کی ولادت جو کہ واسط میں ہوئی اور عمر کا کچھ ابتدائی حصہ بھی وہیں گزارا تو اس نسبت سے ان کو الواسطی کہا جاتا ہے-

شوقِ علم اور ابتدائی حالات:

آپ تحصیل علم کا بڑا ذوق رکھتے تھے-علم کے ابتدائی مراحل تو اپنے مقامی علماء سے طے کئے-لیکن مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے کئی ایک علمی مراکز کا سفر کیا اور وہاں کی علمی شخصیات سے مستفید ہوئے چنانچہ انہوں نے مکۃ المکرمہ کا سفر بھی اختیار کیا اور جلیل القدر محدثین امام زہری اور عمرو بن دینار سے حدیث کا سماع کیا-ان کا شوق علم اس قدر گہرا تھا کہ والد کے منع کرنے کے باوجود بھی تحصیل علم سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے ان کے والد پہلے حجاج بن یوسف کے باورچی تھے پھر انہوں نے تجارت شروع کر دی وہ چاہتے تھے کہ ہشیم بھی کاروبار میں میری مدد کرے لیکن آپ برابر اکتساب علم میں مصروف رہے یہاں تک کہ علم میں اتنے فائق ہو گئے کہ قاضی ابو شیبہ کے ساتھ علمی مباحثہ کرتے ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے تو قاضی صاحب اپنے تلامذہ اور دیگر دوستوں کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے آئے ان کے والد کے یہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ قاضیٔ وقت ایک دن ان کے غریب خانہ پر آئے گا-اس لئے وہ اس غیر متوقع اعزاز پر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بیٹے! تمہاری وجہ سے قاضی صاحب میرے گھر تشریف لائے ہیں لہذا آج کے بعد میں تمہیں طلبِ علم سے نہیں روکوں گا-[3]

اساتذہ:

امام ہشیم کو کبار تابعین اور تبع تابعین سے تحصیل علم کا موقع ملا ہے جس کی وجہ سے ان کا عالی الاسناد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ویسے تو آپ کو بے شمار علماء و محدثین سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا ہے لیکن ان میں چند مشہور درج ذیل ہیں:

امام زہری، عمرو بن دینار، منصور بن زادان، حصین بن عبد الرحمٰن، ایوب السختیانی، سلیمان التیمی، عبد العزیز بن صہیب، علی بن زید، ابو اسحاق الشیبانی، یحیٰ بن سعید، یعلی بن عطاء، یحیٰ بن ابی اسحاق، ابو ہاشم الرمانی، امام حمید الطویل، عبد اللہ بن ابی صالح السمان، عطار بن السائب اور امام اعمش (رحمۃ اللہ علیہم)-[4]

تلامذہ:

جن حضرات کو آپ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا ہے ان میں چند مشہور یہ ہے:

[1](تذکرۃ الحفاظ، جز:1، ص:182)

[2](ایضاً)

[3](تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج:30، ص:278)

[4](سیر اعلام النبلاء، جز:8، ص:288)

حماد بن زید، امام عبد اللہ بن مبارک، یحیی بن سعید القطان، امام قتیبہ، عبد الرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، عمرو بن عون، امام مسدد، علی بن المدینی، علی بن حجر، علی بن مسلم الطوسی، عمرو بن الناقد، ابن الصباح الدولابی، شجاع بن مخلد، ابراہیم بن عبد اللہ الھروی، یعقوب الدورقی، خلف بن سالم، ابو خیثمہ، احمد بن منیع، ابو کریب، ابو سعید الاشج، زیاد بن ایوب، حسن بن عرفہ۔[5]

علم حدیث میں فضل و کمال اور آئمہ فن کے تاثرات

امام ہشیم علم حدیث میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے وہ اپنے وقت کے محدث العصر کہلائے جاتے تھے۔ علم حدیث میں ایک بہت بڑا مقام رکھنے کی وجہ سے وقت کے بڑے بڑے علماء و محدثین ان کے فضل و کمال کے معترف نظر آتے ہیں اور مختلف انداز میں انہوں نے آپ کے اس فضل و کمال پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

امام ابن جوزی ان کے حدیث میں علمی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و کان من العلماء الحفاظ الثقات"[6]

"وہ حفاظ اور ثقات علماء میں سے تھے"۔

حافظ ابن کثیر ان کے بارے رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و کان من سادات العلماء"[7]

"وہ علماء کے سرداروں میں سے تھے"۔

امام ابو یعلیٰ الخلیلی ان کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابو معاویہ ھشیم بن بشیر حافظ متقن"[8]

"ابو معاویہ ہشیم بن بشیر حافظ اور متقن علماء میں سے تھے"۔

امام نووی امام صاحب کی علمی وجاہت اور جلالت کو ظاہر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اتفقوا علی توثیقہ و جلالتہ و حفظہ"[9]

"علماء کرام نے ان کی ثقاہت و جلالت اور حفظ پر اتفاق کیا ہے"۔

یہ حقیقت ہے کہ واقعی ان کا حافظہ بڑا کمال کا تھا۔ وہ مجلس میں دوران سماع بہت سی حدیثوں کو زبانی یاد کر لیتے تھے انہیں اپنے حفظ پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ مجلس میں قلم اور کاغذ نہیں لے کر آتے تھے۔ اسی حقیقت کو علامہ اسحاق الازرق بیان کرتے ہیں:

"ما رأیت مع ھشیم الواحا انما کان یجیئ الی المجلس فیسمع و یقوم یعنی یکتفی بحفظه"[10]

"میں نے ہشیم کے پاس کبھی کاپیاں نہیں دیکھیں وہ مجلس میں آتے حدیث کا سماع کرتے اور اٹھ کر چلے جاتے یعنی وہ اپنے حفظ پر اکتفا کرتے تھے"۔

ان کے حفظ و ضبط میں کامل ہونے کی وجہ سے ان کا شمار حفاظ محدثین میں ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی نے ان کو تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے اور علامہ ابراہیم الحربی فرماتے ہیں:

"کان حفاظ الحدیث اربعة کان ھشیم شیخھم"[11]

"حفاظ حدیث چار تھے اور امام ہشیم ان کے شیخ ہیں"۔

ان کے اسی حفظ کی بنا پر امام عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں:

"حفظ ھشیم عندی اثبت من حفظ ابی عوانة"[12]

"میرے نزدیک امام ہشیم کا حفظ امام ابو عوانہ کے حفظ سے زیادہ مضبوط ہے"۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

"ما رأیت احدا احفظ من ھشیم"[13]

"میں نے ہشیم سے بڑھ کر کوئی حافظے والا نہیں دیکھا"۔

---

[5] (ایضاً)
[6] (المنتظم، جز:9، ص:89)
[7] (البدایہ والنھایہ، جز:13، ص:624)
[8] (الارشاد، جز:1، ص:196)
[9] (تہذیب الاسماء واللغات، جز:2، ص:138)
[10] (میزان الاعتدال، جز:4، ص:307)
[11] (تاریخ بغداد، جز:16، ص:130)
[12] (ایضاً)
[13] (تذکرۃ الحفاظ، جز:1، ص:183)

امام صاحب علم حدیث میں ایسی شان اور کمال رکھتے تھے کہ جب امام ابو حاتم الرازی سے امام ہشیم کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"لا تسال عنه فی صدقه و امانته و صلاحه"[14]

"تو ان کی صلاحیت و امانت اور صدق کے بارے سوال نہ کر مطلب کہ وہ بڑے باکمال عالم تھے"۔

آپ اس پائے کے محدث تھے کہ امام یعقوب الدورقی فرماتے ہیں:

"کان عند هشیم عشرون الف حدیث"[15]

"امام ہشیم کے پاس بیس ہزار احادیث تھیں"۔

امام ہشیم کی ثقاہت و تدلیس:

آئمہ کرام نے جہاں امام صاحب کی ثقاہت و عدالت کو بیان کیا ہے وہیں بعض علماء نے ان کی تدلیس پر بھی تنبیہ کی ہے۔ امام ابن سعد ان کی ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و کان ثقة کثیر الحدیث ثبتا یدلس کثیرا"[16]

"وہ ثقہ، کثیر حدیث والے مضبوط اور بہت زیادہ تدلیس کرنے والے تھے"۔

امام عجلی ان کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هشیم بن بشیر ثقة و کان یدلس و کان یعد من حفاظ الحدیث"[17]

"ہشیم بن بشیر ثقہ تھے اور تدلیس بھی کرتے تھے ان کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا تھا"۔

امام ذہبی ان کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت لا نزاع فی انه کان من الحفاظ الثقات الا انه کثیر التدلیس"[18]

"میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ثقات حفاظ میں سے تھے لیکن وہ تدلیس بھی بہت زیادہ کرتے تھے"۔

تدلیس کا مفہوم یہ ہے کہ راوی اپنے اس شیخ سے حدیث بیان کرے جس سے اس نے بعض احادیث کو سنا ہے لیکن یہ حدیث جس میں تدلیس کر رہا ہے اس حدیث کو اس نے اپنے اس شیخ سے نہیں سنا بلکہ یہ حدیث اس نے کسی اور شیخ سے سنی ہے تو جس سے سنی ہے اس کو حذف کر دے اور اس حدیث کو اس شیخ (جس سے اس نے بعض حدیثوں کو سنا ہے) سے ایسے الفاظ کے ساتھ روایت کر دیے جو سماع کا وہم ڈالیں مثلاً قال، عن وغیرہ سے۔[19]

مدلس راوی کی روایات کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ ایسے راوی کی وہ روایات کہ جن کو وہ ایسے الفاظ کے ساتھ روایت کرے جس میں سماع کی صراحت نہ ہو وہ قبول نہیں ہوں گی۔ ہاں البتہ وہ روایات جن میں سماع کی صراحت ہو وہ قبول اور قابل حجت ہوں گیں۔[20]

امام صاحب چہ جائے تدلیس کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ثقاہت و عدالت میں فرق نہیں پڑے گا کیونکہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے۔ اسی لئے تو امام ابن صلاح فرماتے ہیں:

"ان التدلیس لیس کذبا انما هو ضرب من الایهام بلفظ محتمل"[21]

"بے شک تدلیس جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ تو احتمال والے لفظ کے ساتھ وہم ڈالنے کی قسم میں سے ہے"۔

اسی چیز کے پیش نظر آئمہ کرام نے ان کی تدلیس کے باوجود آپ کی ثقاہت کا انکار نہیں کیا بلکہ ان کی ثقاہت و عدالت پر اجماع کیا ہے۔

علامہ ابن ناصر الدین نے اسی چیز کو بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

---

[14] (ایضاً)

[15] (ایضاً)

[16] (الطبقات الکبریٰ، جز:7، ص:227)

[17] (تاریخ الثقات، جز:1، ص:459)

[18] (تذکرۃ الحفاظ جز:1، ص:183)

[19] (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:79)

[20] (التقیید والایضاح، جز:1، ص:99)

[21] (مقدمہ ابن صلاح، جز:1، ص:75)

"كان من الحفاظ الثقات لكنه معدود في المدلسين ومع ذالك فقد اجمعوا على صدقه و امانته وثقته وعدالته و امامته" [22]

"وہ ثقہ حفاظ میں سے تھے لیکن مدلسین میں شمار کئے جاتے تھے -اس کے باوجود علماء نے ان کے صدق، امانت، ثقاہت، عدالت اور امامت پر اجماع کیا ہے"-

امام ہشیم کی ناقدانہ بصیرت:

دیگر علوم کی طرح امام صاحب کو علم الرجال پر بھی مہارت حاصل تھی جیسا کہ امام ابن عدی نے "مقدمہ الکامل" میں ان کی اس امتیازی شان کو بھی آئمہ فن کی تصریحات سمیت بڑے عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے اور جابجا محدثین کی شہادات سے موصوف کی زندگی کے اس شعبے کو خوب آشکار کیا ہے کہ رواۃ کی توثیق اور تضعیف میں ان کی رائے کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے-

علامہ ذہبی نے امام ہشیم کو فنِ جرح و تعدیل کا امام تسلیم کیا ہے کہ رواۃِ حدیث کی توثیق و تعدیل یا نقد و جرح میں دیگر آئمہ فن کی طرح امام صاحب کی رائے بھی قابل حجت ہو گی اور ان کو اپنے رسالے "ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح و التعدیل"میں اپنے وقت کے جلیل القدر امام عبد اللہ بن مبارک کے ساتھ ذکر کیا ہے-

اسی طرح متاخرین میں علامہ سخاوی نے بھی ان کو ناقدانہ بصیرت کے حامل امام جرح و تعدیل مانا ہے اسی وجہ سے انہوں نے امام ہشیم کو"الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ" میں اس فن کے نامور آئمہ جرح و تعدیل کے زمرے میں داخل کیا ہے-[23]

امام ہشیم کی علمی خدمات اور تصنیفات:

امام صاحب نے اپنی ساری زندگی روایت حدیث اور اشاعت حدیث کے لئے وقف کر دی ان کے ذریعے ہزاروں احادیث امت مسلمہ تک پہنچیں جو آج صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کا حصہ ہیں-

امام ذہبی ان کی اسی علمی کاوش کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"سكن بغداد و نشر بها العلم و صنف التصانيف" [24]

وہ بغداد میں رہے اور وہاں علم کی نشر و اشاعت کی اور کتب تصنیف فرمائیں-

امام صاحب کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ ان کا شمار ان جامعین حدیث میں ہوتا ہے جنہوں نے مختلف شہروں میں اولاً احادیث کو تصنیفی شکل میں جمع کیا-یہی وجہ ہے کہ علامہ احمد بن علی نے کتاب المواعظ والاعتبار میں جہاں ایسے مختلف محدثین کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں نے مختلف شہروں میں پہلے پہل کتب تصنیف فرمائیں-وہاں واسط میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے امام ہشیم بن بشیر کا تذکرہ کیا ہے-[25]

آپ ایک باکمال مصنف بھی تھے آئمہ سیر نے ان کی درج ذیل کتب کا ذکر کیا ہے:

- كتاب تفسير القرآن
- كتاب السنن في الحديث
- كتاب القراءات-[26]

مسلک:

امام صاحب کا شمار امام اعظم ابو حنیفہ کے تلامذہ میں ہوتا ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مسلک حنفی کی طرف رجحان رکھتے تھے-

علامہ یوسف المزی نے تہذیب الکمال میں امام اعظم ابو حنیفہ کے تذکرہ میں ان کے تلامذہ میں ہشیم بن بشیر کو بھی ذکر کیا ہے-

اسی طرح علامہ یوسف صالحی دمشقی نے اپنی کتاب عقود الجمان میں امام صاحب سے روایت کرنے والوں میں ان کا شمار

---

[22] (شذرات الذهب، جز:2، ص:376)

[23] (احناف حفاظ حدیث کی فن جرح و تعدیل میں خدمات، ص:183)

[24] (سیر اعلام النبلاء، جز:8، ص:288)

[25] (المواعظ والاعتبار)

[26] (هدية العارفين، جز:2، ص:510)

کیا ہے۔ **ابن بزار کردری نے "مناقب امام اعظم" میں ان کو امام اعظم کے اہل واسط کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔**

موصوف کے بارے امام خوارزمی "جامع المسانید" میں لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ کہتا ہے کہ ہشیم بن بشیر ان مسانید میں امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔[27]

زہد و تقویٰ اور بشارات:

امام صاحب ایک علمی شخصیت ہونے کے ساتھ بہت بڑے زاہد اور متقی بھی تھے۔ ان کی زبان جس طرح حدیثِ رسول (ﷺ) کی اشاعت و ترویج میں مصروف رہتی تھی تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح میں بھی تر رہتی تھی۔ اسی لئے تو علامہ حسین بن المروزی فرماتے ہیں کہ میں نے ہشیم بن بشیر سے زیادہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا[28]

ذکر اللہ کا اتنا شوق تھا کہ امام **احمد بن حنبل فرماتے ہیں** وہ دورانِ درس حدیث بھی کثرت کے ساتھ تسبیح کرتے تھے **وہ کلمہ شریف کا اونچی آواز سے وِرد کرتے۔**[29]

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دن تو درس و تدریس میں گزرتا اور رات اللہ تعالیٰ کے حضور گزرتی ان کی پرہیز گاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عمرو بن عون فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی وفات سے تقریباً 20 برس پہلے اور بعض آئمہ نے دس سال لکھا ہے۔ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔[30]

جب زہد و تقویٰ اس پائے کا تھا تو پھر ان پر خصوصی کرم بھی ہوا۔ آپ (ﷺ) کی طرف سے انہیں بشارات نصیب ہوئیں جو یقیناً امام صاحب کے علو مرتبت اور جلالت شان کا ایک بہت بڑا ثبوت ہیں۔ علامہ اسحاق الزیادی فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں امام ہشیم کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ تو وہاں ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک شب اسے آقا کریم (ﷺ) کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کس سے حدیث کا سماع کرتے ہو تو میں نے عرض کی کہ ہم امام ہشیم سے حدیث کا سماع کرتے ہیں تو محبوب کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"نعم اسمعوا من هشيم فنعم الرجل هشيم"[31]

"ہاں بالکل ٹھیک ہے تم ہشیم سے حدیث سنا کرو وہ بہت ہی اچھے انسان ہیں"۔

اسی طرح مشہور صوفی بزرگ شیخ معروف کرخی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شب آپ (ﷺ) کی زیارت کا شرف نصیب ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم (ﷺ) ہشیم کے لئے فرما رہے تھے۔

"جزاك الله عن امتي خيرا"[32]

"اے ہشیم اللہ تعالیٰ تجھے میری امت کی طرف سے جزائے خیر دے"۔

وفات:

ان کا وصال ہارون الرشید کی خلافت میں ماہ شعبان 183ھ کو بغداد میں ہوا، بغداد کے مشہور قبرستان الخیزران میں آپ کی تدفین ہوئی۔[33]

☆☆☆

[27](احناف حفاظ حدیث کی فن جرح و تعدیل میں خدمات، ص:184)

[28](تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز:30، ص: 287)

[29](تذکرۃ الحفاظ، جز:1، ص:183)

[30](تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز:30، ص: 287)

[31](ایضاً، ص:281)

[32](سیر اعلام النبلاء، جز:8، ص:290)

[33](الطبقات الکبری، جز:7، ص:227)

مرشد کامل اور تربیتِ باطن: صوفیانہ رہنمائی کا کردار

فکری خطاب: صاحبزادہ سُلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل :اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللّٰہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) و حق باھو کانفرنس، 3مارچ، کراچی 2024ء)

ہم جس دنیا اور ماحول میں اس وقت جی رہے ہیں، وہاں امت کی سطح پر بے بسی، قومی سطح پر اضطراب اور اجتماعی فضا میں گہری مایوسی محسوس ہوتی ہے- عالمِ اسلام کے مجموعی حالات اور اپنی قومی کیفیت ہمیں یہ باور کراتے ہیں کہ اس گرد و غبار سے نکلنے کیلئے ہمیں مضبوط یقین اور زندہ امید کی ضرورت ہے-

یہ یقین اور امید انسان کے باطن سے جنم لیتے ہیں اور باطن کی دنیا دل کی دنیا ہے- اس کی ابتدا خوفِ الٰہی سے، اللہ کے ذکر اور آخرت کے شعور سے ہوتی ہے، جو انسان کو جواب دہی اور مقصدیت کا احساس عطا کرتے ہیں-

اسلام کا بنیادی عقیدہ بھی اسی داخلی استحکام کی بنیاد ہے- مثلاً اللہ کی وحدانیت پر ایمان، حضور نبی کریم (ﷺ) کی نبوت اور ختمِ نبوت کی گواہی، تمام سابقہ انبیاء کرام (علیہم السلام) اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق، ملائکہ پر ایمان، مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا یقین، تقدیر کے من جانب اللہ ہونے کا اعتراف اور یومِ قیامت پر کامل ایمان- یہی عقائد دل میں استقامت پیدا کرتے ہیں، مایوسی کو امید میں بدلتے ہیں اور فرد و قوم کو نئی حیات بخشتے ہیں-

اس ایمان کے اندر انسانی زندگی کی ساری حقیقت مضمر ہے- جب کسی شخص کو یہ یقین حاصل ہو کہ اسے ایک خالق نے محض بے مقصد نہیں بلکہ ایک واضح غایت کے تحت پیدا کیا ہے، تو اس کی زندگی کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے- جب اسے اس بات پر کامل اعتماد ہو کہ اس کے پاس آنے والی کتاب وحیِ برحق ہے اور اس کے بعد نہ کوئی وحی آئے گی اور نہ کوئی کتاب، تو اس کے فکر و عمل کی بنیاد استحکام پا لیتی ہے- جب وہ یہ شعور رکھتا ہو کہ اسے اپنی جان اپنے مولا کے سپرد کرنی ہے، قبر میں اس سے حساب لیا جائے گا، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا ہر عمل پیش ہوگا، خواہ ایک ذرہ نیکی ہو یا ایک ذرہ بدی، تو اس کا ایمان ایک زندہ اور متحرک حقیقت بن جاتا ہے-

ایسا یقین انسان کو حالات کے طوفانوں میں بھی متزلزل نہیں ہونے دیتا- زمانہ کتنا ہی ناسازگار ہو جائے، فضا کتنی ہی گرد آلود کیوں نہ ہو، جس دل میں یہ عقائد راسخ ہوں وہ امید سے خالی نہیں ہوتا اور اس کی قوتِ عمل کمزور نہیں پڑتی- اسے یہ ادراک رہتا ہے کہ وہ اس دنیا میں دائمی قیام کے لیے نہیں آیا- وہ جانتا ہے کہ وہ خالی ہاتھ آیا تھا اور خالی ہاتھ ہی لوٹ جانا ہے- اس لیے وہ اپنی اصل متاع اپنے اعمال کو سمجھتا ہے- یہی شعور اس کی زندگی کو سنجیدگی، استقامت اور معنی عطا کرتا ہے-

بزبانِ شاعر:

> بہ قبرستان گذر کردم کم و بیش
> بدیدم قبر دولت مند و درویش
> نہ درویش بے کفن در خاک رفتہ
> نہ دولتمند برد از یک کفن بیش

”میرا اکثر و بیشتر قبرستان سے گزرا ہوتا ہے، وہاں میں نے امیر اور غریب دونوں کی قبریں دیکھیں- نہ کوئی مفلس بغیر کفن کے مٹی میں گیا اور نہ کوئی دولت مند ایک کفن سے زیادہ کوئی چیز ساتھ لے کر گیا“-

یہ حقیقت اس امر کو واضح کرتی ہے کہ دنیا قیام و سکونت کی دائمی جگہ نہیں بلکہ سفر کی ایک عارضی منزل ہے-

انسان یہاں ٹھہرنے کے لیے نہیں آتا بلکہ ایک مرحلہ طے کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس مختصر قیام کے دوران وہ دوسروں کے ساتھ جو رویہ، جو اخلاق اور جو سلوک اختیار کرتا ہے اور اپنے وجود سے معاشرے کو جو کچھ دے کر جاتا ہے، وہی اس کا حقیقی حصہ اور اس کی اصل کمائی ہے۔ اسی کردار، اسی عمل اور اسی خدمت پر اس سے باز پرس ہوگی، کیونکہ انسان کے ساتھ نہ اس کی دولت جاتی ہے اور نہ اس کا جاہ و منصب، بلکہ صرف اس کے اعمال اس کے ہم سفر بنتے ہیں۔

بہلول دانا، جو بغداد کے معروف داناؤں اور درویشوں میں شمار ہوتے ہیں، اکثر شہر کے قدیم اور وسیع قبرستان میں جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میرے بہترین دوست وہ ہیں جو اس قبرستان میں آرام کر رہے ہیں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیسی دوستی ہے اور ان میں ایسی کون سی خوبی ہے جس نے آپ کو ان کا گرویدہ بنا دیا؟

بہلول دانا نے جواب دیا کہ جب میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو یہ کسی کی غیبت نہیں کرتے، کسی کا شکوہ نہیں کرتے، کسی پر تہمت یا بہتان نہیں لگاتے اور نہ کسی پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ پھر جب میں وہاں سے اٹھ کر چلا آتا ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ میرے جانے کے بعد یہ میری غیبت بھی نہیں کریں گے۔ اِسی سکوت، پاکیزگی اور بے آزاری نے مجھے ان کا دوست بنا دیا ہے۔

اولیاء کرام نے اس واقعہ کو نقل کر کے یہ نصیحت کی ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ بہلول جیسے دانا اور بے نیاز لوگ اس سے محبت کریں، اگر وہ چاہتا ہے کہ حق گوئی میں بے باک اور دنیا سے بے رغبت اہلِ دل اس کے قریب ہوں، وہی بہلول جو ہارون الرشید جیسے بااثر خلیفہ کے سامنے بھی حق بات کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے، تو اسے چاہیے کہ وہ زمین پر اسی طرح زندگی گزارے جیسے قبرستان والے گزارتے ہیں۔ یعنی کسی کی غیبت نہ کرے، کسی پر بہتان نہ باندھے، کسی کی عزت پر کیچڑ نہ اچھالے اور اپنی زبان اور کردار کو دوسروں کے لیے امن کا سبب بنائے۔ یہی طرزِ عمل انسان کو حقیقی محبت اور روحانی قرب عطا کرتا ہے۔

قبرستان والے زمین پر کیسے رہتے ہیں؟

زمین پر قبرستان والوں کی طرح رہنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی زبان اور اپنے دل کو دوسروں کے لیے امن کا گہوارہ بنا لے۔ قبرستان والے جب کسی کے سامنے ہوتے ہیں تو کسی کی غیبت نہیں کرتے اور جب کوئی ان کے پاس سے اٹھ کر چلا جائے تو اس کی پشت کے پیچھے اس کی برائی بھی نہیں کرتے۔ یہی اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کا طریق ہے۔ صوفیاء کی محفل کی پہچان یہی ہے کہ وہاں کسی پر تہمت نہیں لگتی، کسی کی غیبت نہیں ہوتی اور کسی پر بہتان نہیں باندھا جاتا۔ جو شخص آتا ہے اسے عزت اور خیر مقدم ملتا ہے، اور جب وہ رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی عزت محفوظ رہتی ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جوہر کو اس معیار تک بلند کرے کہ اہلِ دل اس کی صحبت سے گریز نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ زمانے کا کوئی بہلول اس کی مجلس کو ترک کر دے اور اسے قبرستان کی خاموشی اس کی صحبت سے زیادہ پاکیزہ محسوس ہو۔ کردار کی پاکیزگی اور زبان کی حفاظت ہی وہ اوصاف ہیں جو انسان کو باوقار بناتے ہیں۔

یہ تعلیم محض کسی ایک حکایت تک محدود نہیں بلکہ وحی کی رہنمائی سے بھی ہم آہنگ ہے۔

قرآن مجید میں سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی پاکیزہ والدہ حضرت مریم (علیہا السلام) کے بارے میں دو مختلف رویے بیان ہوئے ہیں: ایک وہ جو لوگوں نے اختیار کیا، اور دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ظاہر فرمایا۔ اس تقابل سے واضح ہوتا ہے کہ زمین والوں کے فیصلے اور اللہ کے فیصلے ایک جیسے نہیں ہوتے۔

قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ جب حضرت مریم (علیہا السلام) اپنے بازوؤں میں نومولود حضرت سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے نہ تحقیق کی، نہ گواہی طلب کی، نہ وضاحت سنی۔ وہ اپنے باطن کی آلودگی کو زبان پر

لے آئے اور اپنے فاسد پیمانوں سے ایک پاکیزہ کردار کو پرکھنے لگے۔ انہوں نے کہا:

"یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا"[1]

اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی"۔

اس الزام میں دراصل ان کے اپنے دلوں کی تاریکی جھلک رہی تھی۔ یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی کا آغاز تھا، اور آگے چل کر بھی لوگوں کا رویہ بدل نہ سکا۔ وہ ہستی جو اللہ کی طرف سے سراپا رحمت بنا کر بھیجی گئی، جو انسانوں ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے دعا اور شفا تھی، اس کا استقبال الزام سے کیا گیا اور رخصت کرنے کے لیے سولی کا دعویٰ کیا گیا۔ قرآن اسی ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ"[2]

"اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا"۔

یہ واقعات یاد دلاتے ہیں کہ جس دنیا کو ہم اپنی قرار گاہ سمجھ لیتے ہیں، اس کے فیصلے کتنے سطحی اور ناپائدار ہوتے ہیں۔ ہماری بیٹیاں اور بہنیں یقیناً معزز اور محترم ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی حضرت مریم (علیہا السلام) کی شان کو نہیں پہنچتی؛ ہم خود کو نیک اور صالح سمجھیں، مگر ہم میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے مرتبے کا نہیں۔ جب ایسی عظیم ہستیوں کو بھی دنیا کے طعن و الزام سے نہ بخشا گیا تو پھر انسان کو اپنی عزت کا معیار لوگوں کی رائے میں نہیں بلکہ اللہ کے ہاں تلاش کرنا چاہیے۔ یہی شعور دل کو صحیح مقامِ وابستگی عطا کرتا ہے اور یہی انسان کو دنیا کے فیصلوں سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کو دنیا میں بھیجا تو ان کی بعثت کو سلامتی اور بشارت کے ساتھ مزین فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ"[3]

"جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بیشک اللہ تمہیں اپنے پاس سے ایک کلمہ (خاص) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) ہوگا وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں قدر و منزلت والا ہوگا اور اللہ کے خاص قربت یافتہ بندوں میں سے ہوگا"۔

یہ آیت کریمہ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے اس عظیم مقام کو واضح کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کے انجام کو اس عظمت اور شان سے یوں بیان فرماتا ہے کہ:

"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ"[4]

"اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا"۔

یعنی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی قوم والے نہ انہیں قتل کر سکے اور نہ سولی دے سکے؛ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا اور زندہ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ زمین والوں کا گمان اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ایک نہیں ہوتا۔

ایک طرف لوگوں کا رویہ تھا: الزام، تہمت، ناقدری اور عداوت، بغیر تحقیق باتوں کو پھیلانا، حسد، سازش اور بے انصافی۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکریم، توقیر، بشارت، سلامتی، رفعت اور قربِ خاص تھا۔

یہ تقابل خود اس حقیقت کو متعین کر دیتا ہے کہ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے کس کا ہونا چاہیے۔ کیا وہ ان لوگوں کا ہو

---

[1](مریم:28)

[2](النساء:157)

[3](آل عمران:45)

[4](النساء:157)

جو تہمت لگاتے، بہتان باندھتے اور کردار کشی کرتے ہیں، یا اس رب کا جو عزت عطا کرتا ہے، مقام بلند کرتا ہے اور اپنے مقرب بندوں کو اپنے قرب میں جگہ دیتا ہے-

اس لئے انسان کو دنیا میں ایک باطنی نور کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ اپنے رب کے ساتھ تعلق استوار کر سکے- یہ تعلق نہ ظاہری عبادت سے جُڑا ہوتا ہے اور نہ صرف علم یا کلمہ پڑھنے سے، بلکہ یہ دل کی پاکیزگی، روح کی بیداری اور نفس کی محاسبہ سے قائم ہوتا ہے-

علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

مانندِ سحَر صحنِ گلَستاں میں قدم رکھ
آئے تہِ پا گوہرِ شبنم تو نہ ٹُوٹے
ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش، و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھُوٹے!

علامہ اقبال ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں:

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گِل بھی ہے
اِنھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کر لے

صنوبر آزاد بھی ہے، پھول کے ساتھ بھی ہے، اسی آزادی اور پابندی کے امتزاج سے اصل آزادی حاصل ہوتی ہے-اسی طرح انسان کو اپنی دنیا میں رہتے ہوئے عالمِ بالا سے تعلق کا راستہ ڈھونڈنا چاہیے-

یہاں ایک دلچسپ حکایت بیان کرنا چاہوں گا:

”ایک تاجر تھا اور سمجھتا تھا کہ نماز پڑھنا، علم حاصل کرنا اور کلمہ پڑھنا ہی کافی ہے اس نے ایک صوفی سے پوچھا کہ تم جو اکثر ”اندر کی دنیا“ بات کرتے ہو یہ اندر کی دنیا کیا ہوتی ہے؟ بس ظاہر ہی کافی ہے -درویش نے خاموشی اختیار کی اور کہا کہ وقت آئے گا تو یہ بات سمجھ آئے گی-اس تاجر نے اپنے کاروان کے ساتھ روانگی کرنے سے پہلے ایک معمار (انجینئر) کو بڑی رقم دی کہ مجھے دور دراز کے شہروں میں تجارت کرنی ہے اور دو برس لگ جائیں گے، اس مدت کے دوران تم میرا محل نما مکان تعمیر کروا دو- دو سال بعد واپس آکر جب مکان دیکھا تو اسے غصہ آیا، کیونکہ مکان خوبصورت اور شاندار تھا، مگر اندر کوئی روشندان یا کھڑکی نہیں تھی، جس سے ہوا اور روشنی آ سکے اور اندر کی شمعوں سے پیدا ہونے والا دھواں باہر نکل سکے-جب وہ معمار سے اُلجھ رہا تھا کہ مکان تو مکمل اور شاندار ہے، مگر کوئی روشندان کیوں نہیں؟ اتنے میں وہ درویش نمودار ہوا اور اس نے کہا کہ انسان کی باطنی دنیا بھی ایسا ہی ہے-جتنی بھی علم، حکمت، فصاحت، خطابت، عبادت کریں، اگر اندر کے روشندان، یعنی عالمِ بالا کے انوار کیلئے راستہ نہ کھلے تو دل اندھیرا ہی رہتا ہے- چمن اور مکان کی تازہ ہوا اسی روشندان سے آتی ہے-

صوفیاء کا اصل مقصد یہی ہے کہ ایک اندر کی دنیا پیدا کرنا، جہاں انسان کا اصل وجود، اس کا احساس اور اس کی حقیقت روشن ہو، اور وہ اپنے رب کے ساتھ مستقل تعلق میں قائم رہ سکے-

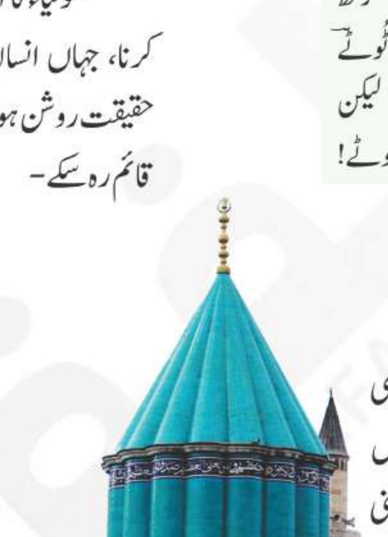

سیدنا شعیب (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے-مولانا روم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی مثنوی شریف کے دفتر دوم میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

”حضرت شعیب (علیہ السلام) کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے گناہ دیکھے، میری بڑی خطائیں دیکھی ہیں، مگر اس کے باوجود مجھ پر کبھی پکڑ یا گرفت نہیں کی-حضرت شعیب (علیہ السلام) کو عالمِ غیب سے وحی آئی کہ اس شخص کو بتایا جائے کہ غرور مت کر اور نہ اکڑ کے رہ، تیرے اوپر اللہ کی گرفت ہوئی ہے مگر تجھے اس کا احساس نہیں- یہ شخص حیران ہوا اور بولا کہ میرے ریوڑ نہیں مرے، میرے بچے نہیں مرے، مجھ پر کوئی بیماری نہیں آئی، میرے مال میں کمی نہیں ہوئی، میرے اخلاق میں نقصان نہیں ہوا، تو یہ گرفت کیسے ہوئی؟

مولانا فرماتے ہیں:

یک نشان آنکہ می گیرم و را
آن کہ طاعت دارد از صوم و دعا
و ز نماز و از زکوٰۃ و غیرِ آں
لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں

"اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑ تا ہوں ایک یہ ہے کہ وہ صوم و دعا سے طاعت رکھتا ہے- اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ سے بھی، لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے"-

اس شخص کا تصور تھا کہ پکڑ یا گرفت صرف اس وقت ہوتی ہے جب مال، جان یا اولاد میں نقصان آئے، یا کوئی آفت انسان پر ٹوٹے- لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب (علیہ السلام) کو وحی کے ذریعے بتایا کہ حقیقی گرفت یہ ہے کہ انسان صوم، دعا، نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی تو کرتا ہے، لیکن اس کی روح نور اور قرب سے محروم رہتی ہے- اس کا باطن روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات حاصل نہیں کر پاتا- جیسا کہ مولانا رومی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

می کند طاعات و افعالِ سَنی
لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
طاعتش نُغزست و معنیٰ نُغز نے
جوزہا بسیار و دروے مغز نے

"وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے- اِس کی ظاہری عبادت اچھی ہے اور روح کی عبادت اچھی نہیں ہے اخروٹ بہت ہیں ان میں گری نہیں ہے"-

مولانا روم اخروٹ کی مثال سے یہ واضح کرتے ہیں کہ صرف ظاہری اعمال، عبادات اور علم کا حصول انسان کی باطنی حقیقت کی ضمانت نہیں ہے- جتنی بھی خوشنما عبادت، علم، منطق، حکمت یا تزکیہ کیا جائے اگر دل و روح میں روشنی اور ذوقِ جاں نہیں، تو یہ محض اخروٹ کے چھلکے کی مثل ہے- کیونکہ اخروٹ کا اصل اس کا مغز ہوتا ہے اسی طرح انسان کا اصل بھی اس کی باطنی پاکیزگی، اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات اور اس کا قربِ خاص حاصل کرنا ہے-

اسی فلسفہ کو حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) یوں بیان فرماتے ہیں:

ایہہ تَن ربّ سَچّے دا حُجرا وِچ پَا فَقیرا جھاتی ھو
ناں کر مِنّت خَواج خِضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو
شوق دا دیوا بال ہَنیرے مَتاں لبھی وَست کھڑاتی ھو
مرن تھیں اگے مر رہے باھوؒ جنہاں حَق دی رمز پچھاتی ھو

پیرانِ پیر، غوثِ اعظم دستگیر سیدنا عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ:

"لوگو! اپنے سینوں کے اندر نور کو تلاش کرو، اس کا نورِ سرمدی تمہارے سینوں کے اندر موجود ہے مگر تم اس طرف جھانکتے نہیں- ایک شخص نے سوال کیا: اگر وہ نور اندر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ سیدنا پیرانِ پیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے مثال دی: بیٹا! گھر میں گھی کس چیز سے نکالتے ہو؟ بولا: دودھ سے- آپؒ نے فرمایا تو گھی دودھ کے اندر ہے؟ بولا: جی بالکل! - آپؒ جس جگہ وعظ کر رہے تھے، آپ کے سامنے دودھ کا پیالہ پڑا تھا- آپؒ نے دودھ کا پیالہ اٹھایا اور اس سے فرمایا: "بیٹا! یہ دودھ ہے سامنے، اس میں سے گھی نکال کے دکھاؤ؟ اس شخص نے عرض کی حضور! ایسے تو نظر نہیں آتا، اس گھی کو دیکھنے کے لیے اس دودھ کو ایک عمل (process) سے گزرنا پڑتا ہے- دودھ پہلے لسی میں ڈھلتا ہے، پھر دہی میں، پھر مکھن، پھر آگ پر رکھ کر خام گھی الگ ہوتا ہے اور آخر میں خالص گھی حاصل ہوتا ہے- آپؒ نے فرمایا اسی طرح انسان کے وجود میں موجود نورِ سرمدی بھی اسی مرحلہ وار عمل کے بعد آشکار ہوتا ہے- سب سے پہلے طلب کی جاگ لگائی جاتی ہے، پھر محبت کا دہی جم جاتا ہے، معرفت کا مکھن نکلتا ہے، پھر عشق کی بھٹی پر آگ دی جاتی ہے، اور تب جا کر انوار انسان کے وجود سے برآمد ہوتے ہیں"-

جیسے آگ کے بغیر دودھ سے گھی نہیں نکلتا، اسی طرح عشق کی آگ کے بغیر انسان کے وجود سے انوار تک رَسائی حاصل نہیں ہو سکتی-

ہم اکثر حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ مٹی، یہ زمین ظاہری طور پر بے جان اور سادہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے اندر کیسے نور یا زندگی ہو سکتی ہے؟ اگر اس زمین کی کھدائی کریں، 50 میٹر، 100 میٹر، یا 200 میٹر تک جائیں، تو دیکھیں گے کہ زمین کی مٹی کی تہوں میں سے صاف

اور شفاف پانی نکلتا ہے-تو یہ پانی زمین کی مٹی اور اس کی تہوں سے کیسے بر آمد ہوتا ہے؟

اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کنواں کھودنے کے لیے محنت اور کوشش درکار ہے تا کہ انسان کے لیے خوراک، پانی اور صحت بخش نعمتیں حاصل ہوں، اسی طرح اگر ہم اپنے اندر کی مٹی، اپنے وجود کی تہوں پر محنت کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی اپنے انوار کا صاف اور شفاف پانی بہا رکھا ہے-

لیکن یہ یاد رکھیں زمین کی مٹی کو کھودنے کے لیے ایک ماہر کی رہنمائی ضروری ہے-اسی طرح اپنے اندر کے نور کو آشکار کرنے کیلئے مرشد کامل کی ضرورت ہے-

مرشد وہ ہوتا ہے جو یہ ہنر سکھاتا ہے، جو مٹی کے اندر سے صاف اور شفاف پانی نکال کر دکھاتا ہے، جو دودھ سے گھی بر آمد کر کے دکھاتا ہے، جو مکان کے اندر روشندان نکالتا ہے جہاں سے عالمِ لاہوت کے انوار آتے ہیں اور چمنِ لاہوت کی تازہ ہوائیں داخل ہوتی ہیں-بزبانِ حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ):

مُرشد کامل ایسا مِلیا جس دل دی تاکی لاہی ھو

یعنی وہ کامل مرشد ہی انسان کے دل کی تہوں کو کھول کر اندرونی روشنی اور انوارِ الٰہی تک رسائی دلاتا ہے-یہی وہ راستہ ہے جس کے بغیر انسان اپنے باطنی نور تک نہیں پہنچ سکتا، چاہے ظاہری اعمال، عبادات اور علم کتنا بھی مکمل کیوں نہ ہوں-

مولانا رومی فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شُد
ہیچ خنجر خود بخود تیزے نہ شُد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے رُوم
تا غُلامِ شَمسِ تبریزے نہ شُد

”کوئی بھی چیز خود بخود خاص چیز نہیں بنتی، کوئی بھی لوہا خود بخود تلوار نہیں بن سکتا-مولوی (رومیؒ) ہرگز مولائے روم نہ بن سکتا، جب تک وہ شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کرتا“-

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا فرمائے جو انسانی طاقت سے ماورا تھے-مثلاً: مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا، کوڑھیوں کو شفا دینا، مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اللہ کے حکم سے اسے زندہ کر دینا اور مردوں کو ”قُم بِاِذْنِ اللہ“ کہہ کر کھڑا کر دینا-یہ سب کچھ ان کے ذاتی اختیار سے نہیں بلکہ اذنِ الٰہی سے تھا-

یہاں یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا ہم میں سے کوئی محض ہاتھ رکھنے سے اندھے کو بینا کر سکتا ہے؟ کیا مٹی کی مورت کو پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہے؟ کیا کسی میت سے کہہ دینے پر وہ اٹھ کھڑی ہو گی؟ ہرگز نہیں- ان سب کے لیے ”دستِ مسیحا“ درکار ہے، وہ ہاتھ جس میں اللہ تعالیٰ نے شفا اور تاثیر رکھی ہو-

اولیائے کرام اسی حقیقت کو باطنی مثال کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ انسان کا جسم مٹی کی مورت ہے-جب اسے کسی کامل کی صحبت اور توجہ نصیب ہو جائے تو یہی مٹی روحانی بلندیوں کی پرواز کرنے لگتی ہے-ہمارے دل نورِ الٰہی کے ادراک سے محروم، گویا مادرزاد اندھے ہوتے ہیں-جب مرشدِ کامل کی توجہ انہیں ملتی ہے تو وہی دل انوارِ قرب و معرفت کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے-

اسی لئے اقبال فرماتے ہیں:

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مَرضِ کُہن کا چارہ

ایک اور مقام پر اقبال فرماتے ہیں:

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری
مِسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

یعنی جس طرح جسمانی کوڑھ بدن پر بدنما داغ ڈال دیتا ہے، اسی طرح نفس کی آلودگیاں روح پر داغ ڈال دیتی ہیں- اس باطنی مرض کے علاج کے لیے ایسے مسیحا کی صحبت درکار ہے جس کی قربت ”لمسِ دستِ مسیحا“ بن کر اندرونی بیماریوں کو مٹا دے-جب دل غفلت سے مر جائے تو انسان کی ساری قوت بے اثر ہو جاتی ہے-اصل ضرورت دل کی بیداری ہے-

دل زندہ ہو تو انسان کی ضرب بھی کاری ہوتی ہے-پس اگر دل مردہ ہو چکا ہو تو کسی ایسے صاحبِ دل کی رہنمائی تلاش کرو جس کی ایک نگاہ اس مردہ دل کو زندگی عطا کر دے-

اب ذرا اس آیت کریمہ پر غور کیجیے کہ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

"اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ"[5]

میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں
پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے

ذرا سوچیے! ایک پرندے کو اڑنے کے لیے کیا کچھ درکار ہوتا ہے، پَر اور ان کے اندر مضبوط ساخت، عضلات، ہڈیاں، خون، سانس، توانائی، مکمل حیاتیاتی نظام، پھر اڑنے کی صلاحیت اور توازن کا شعور-اسی طرح عام حالات میں ایک چوزہ انڈے سے نکلنے کے بعد ہفتوں بلکہ مہینوں تربیت اور پرورش کے مراحل سے گزرتا ہے، تب کہیں جا کر پرواز کے قابل ہوتا ہے-

مگر یہاں معاملہ تدریج کا نہیں، اعجاز کا ہے-مٹی کی بے جان صورت پر ایک دمِ مسیحا پڑتا ہے اور لمحے بھر میں وہ مکمل وجود اختیار کر لیتی ہے، ساخت بھی، جان بھی، حرکت بھی اور پرواز کی مہارت بھی-مزید نہ کوئی مرحلہ وار تربیت، نہ زمانی تاخیر؛ صرف اذنِ الٰہی اور ایک پھونک سے لمحہ بھر مٹی پرندہ کی مورت سے پرندہ بن کر پرواز کرنے لگتی ہے-

اس لئے اولیاء کرام اس واقعہ سے یہ باطنی حقیقت اخذ کرتے ہیں کہ جب انسان کسی صاحبِ کمال کی نگاہ میں آتا ہے تو اس کی باطنی تبدیلی بھی تدریج کی محتاج نہیں رہتی-جس دل میں استعداد ہو، وہاں ایک لمحۂ عنایت انقلاب برپا کر دیتا ہے-جو مٹی کی مورت تھا، وہ صاحبِ پرواز بن جاتا ہے؛ جو بے اثر تھا، وہ مؤثر ہو جاتا ہے؛ جو عدم کے قریب تھا، وہ وجودِ معنی پا لیتا ہے-یہ سب اپنی قوت سے نہیں، بلکہ اسی ”دمِ مسیحا“ سے ہوتا ہے جس کے پیچھے اصل کارفرما قوت اذنِ خداوندی ہوتی ہے-

اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھُپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اسی لیے اولیائے اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تم انوارِ معرفت کے آسمانوں میں پرواز کے خواہشمند ہو تو صرف ظاہر کی آرائش پر اکتفا نہ کرو، اپنے باطن کی طرف بھی متوجہ ہو جاؤ-جس طرح تم اپنے جسم، اپنے منصب اور اپنی دنیا کیلئے محنت کرتے ہو، اسی طرح دل کی اصلاح اور روح کی تربیت کے لیے بھی جدوجہد کرو-

دل بیدار کس سے ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عزیر (علیہ السلام) کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

"اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَاۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًاؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

”یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔ بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ تعالیٰ اس کی موت کے بعد، تو اللہ تعالیٰ نے اسے مردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کر دیا۔ فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا؟ عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم۔ فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان

[5] (آلِ عمران:49)

دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے"۔

غور کیجیے! حضرت عزیر (علیہ السلام) نے سوال کیا کہ مردے کیسے زندہ ہوں گے؟ جواب الفاظ میں نہیں، ایک عملی مشاہدے میں دیا گیا۔ انہیں سو برس موت کی حالت میں رکھا گیا، ان کا جسم سلامت رہا، ہڈیاں محفوظ رہیں، کھانا اور پانی تازہ رہے، مگر گدھا گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ پھر دکھایا گیا کہ وہی ہڈیاں جوڑی گئیں، ان پر گوشت چڑھا اور وہ دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس مشاہدے کے بعد حقیقت واضح ہوئی کہ جس نے سو برس تک ہر چیز کو اپنے نظام میں سنبھالے رکھا، وہ قیامت کے دن بھی سب کو اسی قدرت سے اٹھا کھڑا کرے گا۔ یہی حیات بعد الموت کا عینی استدلال ہے جسے قرآن مجید نے بیان کیا۔

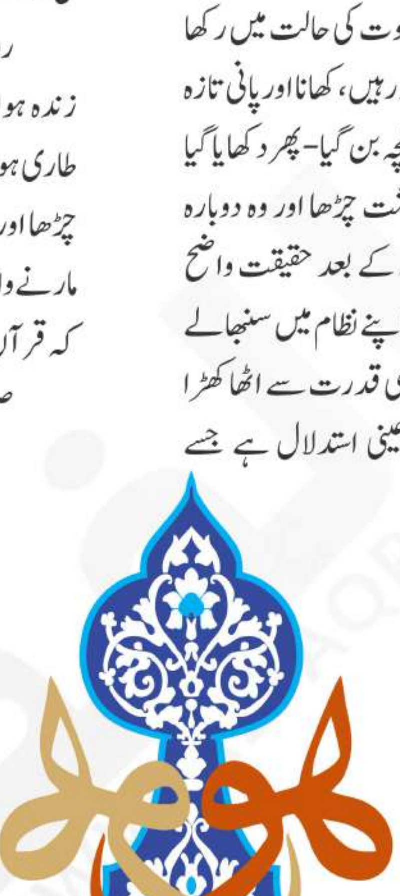

صوفیائے کرام اس واقعے میں ایک باطنی نکتہ بھی دیکھتے ہیں۔ دو چیزیں ساتھ تھیں: پانی اور گدھا۔ پانی نہ خراب ہوا، نہ بدبودار، نہ ضائع ہوا، جبکہ گدھا فنا ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ پانی کی فطرت میں "میں" نہیں، وہ جھکتا ہے، بہتا ہے، اپنے ظرف کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ اس میں ضد اور انا نہیں۔ مگر گدھے کی مثال اس نفس کی ہے جس میں اپنی مرضی، اپنی "میں" اور سرکشی ہوتی ہے۔ اشارہ یہ ہے کہ جس نے اپنی انا مٹادی وہ باقی رہا، اور جو اپنی "مَیں" پر قائم رہا وہ فنا ہو گیا۔ بقا تسلیم و رضا میں ہے۔ جب تک انسان خودی، تکبر، ضد اور بغاوت کو ترک کر کے حق کے سامنے سر نہیں جھکاتا، اسے بقا کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔

پس اگر اندر کی زندگی، دوام اور حقیقی بقا چاہتے ہو تو پانی کی فطرت اختیار کرو: جھک جاؤ، بہہ جاؤ، اپنے آپ کو اس کی مشیت کے سپرد کر دو۔ یہی دل کی بیداری اور حقیقی زندگی کا راستہ ہے۔

دوسرا نکتہ جو اولیاءِ کاملین بیان فرماتے ہیں وہ نہایت لطیف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عزیر (علیہ السلام) کی مثال روح کی اور گدھے کی مثال بدن کی ہے۔

روح نے مشاہدہ طلب کیا، سوال اٹھا کہ مردے کیسے زندہ ہوں گے؟ اس طلبِ مشاہدہ کے بعد گدھے پر موت طاری ہوئی، وہ گل سڑ گیا، پھر دوبارہ جوڑا گیا، ہڈیوں پر گوشت چڑھا اور وہ زندہ کھڑا کر دیا گیا۔ تب حقیقت منکشف ہوئی کہ مارنے والا ہی زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا۔

صوفیاء کرام اس سے ایک باطنی اصول اخذ کرتے ہیں کہ جب روح مشاہدۂ حقیقت کی طلبگار ہوتی ہے تو جسم کو ایک موت سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ جسمانی موت نہیں، بلکہ نفسانی موت ہے۔

جسم کی موت کیا ہے؟

- حسد کو ترک کرنا
- حرص کو چھوڑ دینا
- بخل سے نجات پانا
- تکبر کو مٹا دینا
- شہوت اور نفسانی لذتوں سے آزاد ہونا

یہ وہ اوصاف ہیں جن سے "نفس" لذت لیتا ہے۔ جب تک یہ باقی رہتے ہیں، روح حقیقت کا مشاہدہ نہیں کر سکتی۔ گدھے (جسمِ نفسانی) کو مرنا پڑتا ہے تاکہ عزیر (روح) کو یقین کا درجہ حاصل ہو۔

آج کے ماحول میں، جہاں ہر طرف مایوسی، شور، گالم گلوچ اور سوشل میڈیا کی ہنگامہ آرائی ہے، آسان راستہ ردِ عمل دینا ہے۔ مگر اصل راستہ یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کی طرف لوٹے، پیغامِ حق کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھے اور اپنے آپ کو اس کے ساتھ جوڑ لے۔ یہی صوفیاء کا طریقِ تربیت ہے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جب تک جسم اپنی خواہشات کی زندگی جیتا رہے گا، روح کو مُشاہدہ نصیب نہیں ہو گا۔ جب

جسم نفسانی لذتوں سے ''مر'' جائے گا، تب روح زندہ ہو کر حقیقت کو پالے گی۔ یہی دل کی بیداری کا راستہ ہے۔

مولانا جلال الدین رومی مثنوی شریف میں ایک نہایت بلیغ مثال دیتے ہیں کہ:

''اگر کسی کے جسم میں تیر پیوست ہو جائے اور اس کی لکڑی تو باہر نکل آئے مگر لوہے کا پیکان (arrowhead) اندر رہ جائے، تو طبیب کیا کرے گا؟ وہ زخم کو چھیڑے بغیر، جسم کو کاٹے بغیر اس لوہے کو نہیں نکال سکتا۔ شفا کے لیے ناگزیر ہے کہ جسم چاک ہو، تب ہی زہر آلود ٹکڑا باہر آئے گا''۔

اسی طرح روحانی علاج بھی محض مرہم رکھنے سے نہیں ہوتا ہے۔ پہلے ''تخریب / ڈی کنسٹرکشن'' ہوتی ہے، پھر ''تعمیر / ری کنسٹرکشن''۔ جب تک اندر پیوست نفسانی خواہشات کا تیر نہ نکلے، روح کو شفا ممکن نہیں۔

مرشدِ کامل کی صحبت کا راز بھی یہی ہے۔ انسان ایک تیار شدہ عمارت لے کر آتا ہے، ایسی عمارت جو معاشرے، ماحول، تعلیم، میڈیا، خواہشات اور ناقص تصورات نے تعمیر کی ہوتی ہے۔ مرشد پہلے اس عمارت کو منہدم کرتا ہے، مثلاً خیالات بدلتے ہیں، عادات ٹوٹتی ہیں، اطوار سنورتے ہیں، وہم چھٹتے ہیں، ارادے اور نیتیں نئی ترتیب پاتی ہیں۔ پرانی ساخت گرتی ہے تو اندر سے ایک نئی تعمیر ابھرتی ہے۔

یہی وہ ''موت'' ہے جس کا ذکر اہلِ تصوف کرتے ہیں، نفسانی اوصاف کی موت۔ جب تک یہ مرحلہ نہ آئے، تعمیرِ نو ممکن نہیں اور جب تک تعمیرِ نو نہ ہو، وہ مشاہدہ مکمل نہیں ہوتا جس کے بعد بندہ یقین سے کہہ سکے کہ حق واضح ہو گیا اور میرا رب ہر چیز پر قادر ہے، جیسے حضرت عزیر (علیہ السلام) نے مشاہدے کے بعد اقرار کیا۔

اسی لیے صوفیائے کرام ہمیشہ باطن کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: اپنے اندر اتر جاؤ، اپنی روح کی خبر لو، اپنے باطن کو روشن کرو، اس کی آبیاری کرو۔ کیونکہ اصل زندگی اندر رہے، اور اگر اندر تاریک ہو تو باہر کی ساری آرائش بے معنی ہو جاتی ہے۔

روح کس چیز سے منور ہوتی ہے؟

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ روح ذکرِ الٰہی سے زندہ اور روشن ہوتی ہے۔ اللہ کے اسم پاک کا ذکر روح کی غذا ہے۔ جس نے اپنے سینے کو ذکرِ اسمِ ذات سے روشن کر لیا، اس کا باطن منور ہو گیا، اس کی روح بیدار ہو گئی۔

ایسا شخص پھر محض جسم کا تابع نہیں رہتا، وہ روح کے نقوشِ نُوری پر چلنے لگتا ہے۔ وہ حقائق کا محوِ پرواز ہو جاتا ہے، ظاہر کا اسیر نہیں رہتا۔ اس کی نسبت اُن پاک ہستیوں سے جڑتی ہے جنہوں نے مشاہدۂ حق پایا، جیسے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام)۔ اولیاء اللہ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کی بھی پاکیزگی اختیار کرو۔

لہٰذا ہمیں اپنی روحوں کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور روح ذکرِ اسمِ اعظم ''اَللّٰہُ'' سے بیدار ہوتی ہے۔ جب ذکر دل میں اتر جاتا ہے تو باطن منور ہو جاتا ہے اور جب باطن منور ہو جائے تو انسان کی پوری زندگی روشنی بن جاتی ہے۔

اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ اولیاء اللہ پاکیٔ قلب کی دعوت دیتے ہیں اس لئے بالخصوص نوجوان نسل کو اس تربیت کی ضرورت ہے۔ آج کی مادہ پرست دنیا کا سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ وہ اس باطنی تربیت سے دور کرتی ہے۔ اس مادہ پرستی کی تہذیب کے تحت پروان چڑھنے والی جتنی بھی تفرقہ پرست تحریکیں ہیں ان سب کی بنیاد صرف مادیت پرستی ہے۔ لہٰذا اصلاحی جماعت میں شامل ہو کر اس تربیت کو حاصل کر کے اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی پاکیزگی کو بھی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

تصنیف لطیف از:

سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھُوؒ

عین الفقر

قسط: 5

بیت: ''جو شخص اپنی جان کے بدلے اسم اَللّٰہُ خرید لیتا ہے وہ کھلی آنکھوں سے ذاتِ حق کا دیدار کرتا ہے''-

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

حدیث: ''اُس کی آیات میں تفکر کرو مگر اُس کی ذات میں تفکر مت کرو-

بیت: ''خدا تعالیٰ تو شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے، تُو اُسے دُور کیوں سمجھتا ہے؟ یہ تُو ہی ہے جو اُس سے دُور ہے ورنہ وہ تو تیرے روبرو ہے''-

فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو''-[1] اللہ تو ہر وقت تیرے ساتھ ہے لیکن تو ہی اُس کی دید سے اندھا اور گمراہ ہو گیا ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا، وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا''-[2] لوگ اگرچہ علم حاصل کرتے ہیں لیکن محض دنیا میں روزی معاش کمانے اور بادشاہِ دنیا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''(اے رسول مکرم!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا اور آپ سے (پر مشقت چیزوں کا) بوجھ اتار دیا''-[3] علم وہ ہے جو سینہ کھول دے نہ کہ وہ درسی علم کہ جس سے وجود میں حسد و کینہ پیدا ہو جائے- سن اے حق شناس! معیتِ خدا حاصل کر اور اَللّٰہُ کے سوا ہر چیز کا نقش دل سے مٹا دے تاکہ ذاتِ حق کے سوا دل میں کچھ بھی باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ۝ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ''[4] کے مطابق صرف اُسی کے ہی جلوے تیرے دل میں باقی رہ جائیں-

بیت: ''وہ مجھے جانتا ہے، میری نگہبانی کرتا ہے اور مجھ پر مہربان رہتا ہے، بھلا یہ بیل گدھے وحدتِ حق کو کیا جانیں؟''

جب اسم اَللّٰہُ دل پر نقش ہو جاتا ہے اور اسم اَللّٰہُ کی تجلی دل پر غالب آ کر بھڑک اُٹھتی ہے تو نفس مغلوب ہو کر مر جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے اور صاحبِ تصور پر وحشت طاری ہو جاتی ہے-

حضور غوث پاک محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے: ''اِس مقام پر طالب اللہ تعالیٰ سے اُنس رکھتا ہے اور غیر اللہ سے وحشت کھاتا ہے''-

بیت: ''جب نقشِ اسم اَللّٰہُ پیشانی پر ہویدا ہو گیا تو اُس نے غرق فنا فی اللہ کر کے حق الیقین کے مرتبے پر پہنچا دیا''-

(جاری ہے)

[1] (پارہ:27، الحدید:4)
[2] (پارہ:15، الاسراء:72)
[3] (پارہ:30، الم نشرح:1-2)
[4] جو بھی زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے- اور آپ کے رب کی ذات باقی ہے جو عظمت اور بزرگی والا ہے- (پارہ:27، الرحمٰن:26-27)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

مرشد وانگ سنارے ہووے جہڑا گھت کٹھالی گالے ھو
پا کٹھالی باہر کڈھے بُندے گھڑے یا والے ھو
کنیں خوباں دے تدوں سہاون جدوں کھٹے پا اُجالے ھو
نام فقیر تنہاندا باھو جہڑا دم دم دوست سنبھالے ھو

Murshid has to be like goldsmith who melts like gold Hoo
He takes out of melting pot and makes bracelets or earrings from mould Hoo
You will look elegant in beloved’s ears after you are polished like ornament Hoo
Faqeer is your name Bahoo who cares for friend every moment Hoo

Murshid wang sunary howay jeh’Ra ghat ku’Thali galay Hoo
Paa ku’Thali bahar ka’Dhay bunday gha’Ray ya walay Hoo
Kunai’N ‘Khuba’N day tadoo’N suhawan jado’N ka’Thay paa ujalay Hoo
Naam faqeer tinha’N da Bahoo jeh’Ra dam dam dost samhalay Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1- حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”جس طرح زرگر سونے کو آگ میں ڈال کر اُس کی پرکھ کرتا ہے اُسی طرح مرشد طالب کو آزمائش میں ڈال کر اُس کی تحقیق کرتا ہے“- سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان مبارک ہے: ”بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کی آزمائش دکھوں اور مصیبتوں سے کرتا ہے جس طرح کہ سونے کی آزمائش آگ میں ڈال کر کی جاتی ہے“-(عین الفقر)

2- جب طالب اللہ کے وجود سے غیر اللہ نکل جاتا ہے تو مرشد کامل عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اسم اللہ ذات کی کٹھالی سے باہر نکال کر اُسے زرِ خالص بنا کر اس قابل بنا دیتا ہے کہ اب وہ محبوب کے کام کا زیور بن جاتا ہے- جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

”فقر کا یہ مرتبہ ہر گز حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ صاحبِ فقر مرشدِ کامل طالب اللہ کے ساتوں اندام کو تصورِ اسم اللہ ذات کی سات مشقوں سے پختہ نہ کر دے اور اُس کی ہستیِ نفس کو تصرفِ اسم اللہ ذات کی سات مشقوں سے نیست و نابود نہ کر دے“-(اسرار القادری)

مزید فرمایا: ”جان لے کہ آدمی کے وجود میں نفس گویا زنار کا ایک درخت ہے جس کی ہر رگ اور ہر شاخ زیاں کار ہے اور اُس کے ہر ایک پتے سے بدکاری کی بدبو آتی ہے- اُس کے تن کا ہر ایک بال گویا ایک کانٹا ہے تو اِس بد آثار شجرِ نفس کا کیا علاج کیا جائے؟ مرشدِ کامل کو چاہیے کہ اِس پر اسم اللہ ذات کی قوت سے توجہ کی کلہاڑی چلائے تاکہ طالب کا وجود پاک ہو جائے اور وہ معرفتِ توحیدِ الٰہی حاصل کر سکے“-(نور الھدیٰ)

3-: پھر مرشد کامل مزید اپنی نگاہ اور ترتیب سے اس سونے کو چمک عطا فرماتا ہے تاکہ وہ محبوب کیلئے صحیح معنوں میں آرائش و زیبائش کا باعث بن سکے- جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”مرشد کو عورت سے کم تر نہیں ہونا چاہیے کہ جیسے عورت دودھ کے کام کو انتہا تک پہنچاتی ہے اُسی طرح مرشد کا کام بھی یہ ہے کہ طالب کو اُس کے وجود میں مقامِ نفس، مقامِ قلب، مقامِ روح، مقامِ سرّ، مقامِ توفیقِ الٰہی، مقامِ علمِ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت اور مقامِ خناس و خرطوم و شیطان و حرص و حسد و کبر علیحدہ علیحدہ کر کے دکھائے یا جس طرح قصاب بکری کو ذبح کر کے اُس کی کھال اُتارتا ہے، اُس کی ہر رگ و بوٹی کو الگ الگ کرتا ہے اور گوشت سے ہر آلائش کو نکال کر دُور پھینک دیتا ہے- اِسی طرح مرشد کو بھی ایسا ہی کامل و مکمل ہونا چاہیے“-(عین الفقر)

4- ”عارفوں کا وجود کثرتِ ذکر اللہ کی وجہ سے ہر وقت اسمِ اَللّٰہُ کے نور میں غرق رہتا ہے اور اُن کی ہر سانس اسمِ اَللّٰہُ کی آگ میں جلتی رہتی ہے- کسی کی مجال نہیں کہ وہ اسمِ اَللّٰہُ پر غالب آ سکے لیکن صاحبِ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ہر چیز پر غالب ہوتا ہے کہ وہ طالبِ مولیٰ ہوتا ہے اور طالبِ مولیٰ اُسے کہتے ہیں جو دونوں جہان طے کر کے مقامِ حیُّ قیوم میں غرق ہو جائے یعنی ایسا طالب جو معرفتِ الٰہی پر نظر رکھتا ہو اور اُسے سر کی طمع نہ ہو“-(محک الفقر کلاں)

اس بیت مبارک کے پہلے تین مصرعوں میں حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے مرشد کے اوصاف و کمالات بیان فرمائے ہیں کہ مرشد کی اہم ذمہ داری کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی اور مقامات پہ مرشد کی ذمہ داریوں اور شان کو مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اُن میں سے چند اقتباسات لکھنے کی سعی سعید حاصل کرتے ہیں- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان مبارک ہے: ”پہلے رفیقِ راہ تلاش کرو پھر راہ چلو“-(عین الفقر)

”جان لے کہ ہر طریق و ہر علم کیلئے ابتدائی قاعدہ اور ایک راہ ہے، بے مرشد و بے اُستاد و بے علم و بے قاعدہ و بے راہ آدمی گمراہ ہے“(اسرار القادری)-

”کوئی مجتہد بھی بے پیر و بے مرشد نہیں ہوا- مجتہد حضرات نے علمِ روایت کا فیض مرشد کی تعلیم و تلقین و ہدایت ہی سے پایا- پس معلوم ہوا کہ علمِ روایت محض نفس کشی اور ہدایت کی خاطر ہے- جو شخص باطن میں حیات النبیؐ و مجلسِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری اور اہلِ ہدایت مرشدِ کامل سے دست بیعت کا منکر ہے وہ کفر میں ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور قربِ اِلٰہی کی خاطر وسیلہ تلاش کرو- علماء پر فرضِ عین ہے کہ وہ مرشدِ کامل سے تلقین حاصل کریں اور پھر رضائے اِلٰہی کی خاطر خَلق کی راہنمائی کریں“-(کلید التوحید کلاں)

www.sultanbahoo.net
Hazrat Sakhi Sultan Bahoo
حضرت سخی سلطان باھو
عالمی معیار کی علمی و تحقیقی منفرد ویب سائٹ
www.sultanbahoo.net
Who is Hazrat Sakhi Sultan Bahoo
About him
Teachings
Writings
Impact
O desirous Come, O desirous Come, O desirous Come; By God, I can take you to Allah the first day you come
حضرت سخی سلطان باھو کون تھے؟
شخصیت
تعلیمات
تصانیف
تاثیر
Biography
Writings & Teachings
Flames emerging from smoke of longing pain no one dare acquire warmth from it Hoo. The heat of such...
SULTAN BAHOO
Spiritual Masters
570
601
642
1166
1630
Ennobling Power of Sultan Bahoo's Poetry
Sultan Bahoo Life
Sultan Bahoo Books
Sultan Bahoo Blog
Sign up to recieve articles and updates
HOME
LIFE
TEACHINGS
ABYAT
BOOKS
BLOG
CONTACT
PARENTS
FAMILY
ANCESTORS
SPIRITUAL MASTERS
SPIRITUAL KHALIFS
WRITINGS & PUBLICATIONS
SARWARI-QADRI (SUFI ORDER)
MAUSOLEUM
تحقیقی، جامع، منفرد اور جدید
ویب سائٹ
والدین
خاندان
آباؤاجداد
سلطان الفقر
روحانی خلفا
تصانیف لطیف
سروری قادری (صوفی سلسلہ)
مزار پرانوار

اسلامی تعلیمات میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نایاب علمی تحفہ

By: DR. Z. A. AWAN

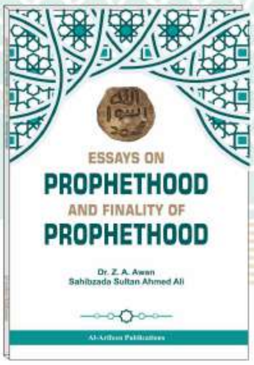

یہ کتاب ڈاکٹر زیڈ-اے اعوان اور صاحبزادہ سلطان احمد علی کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے-
اس کتاب میں انبیاء و رسل کی بعثت و پیغام، وحی الٰہی کی ضرورت و اہمیت، رسالتِ محمدی ﷺ کی عالمگیریت و آفاقیت اور آپ ﷺ کے وصفِ ختمِ نبوت کو علمی و فکری تناظر میں اُجاگر کیا گیا ہے-

کتاب ھذا نبوت کے روحانی مقاصد، تاریخی تناظر اور عقیدہ ختمِ نبوت جیسے اھم موضوع کی افہام و تفہیم کیلئے ایک عمدہ انتخاب ھے-

HEART DEEPER THAN OCEAN

"Translation of Sultan Bahoo's Punjabi Abyat"

- English Translated 204 Abyat
- A Meaningful Struggle
- International Standard
- A Miracle & Unique Presentation

Published & Available

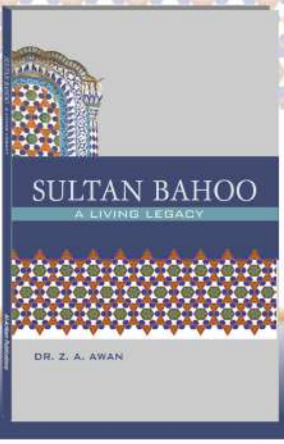

ڈاکٹر زیڈ اے اعوان کی انگریزی میں لکھی گئی یہ کتاب سُلطان العارفین حضرت سلطان باھُوؒ کے صوفیانہ تصورات اور تعلیمات کو اجاگر کرتی ہے-تحریر کا شاعرانہ انداز مطالعہ میں دلچسپی پیدا کرتا ہے- حضرت سلطان باھُوؒ کی صوفیانہ تعلیمات و افکار کی ترویج و اشاعت کا یہ سلسلہ مایوسی و بے یقینی میں گھری انسانیت کیلئے امید اور یقین کی نئی کرن پیدا کرے گا جس سے معاشرے میں محبت و اخلاق، امن و آشتی اور سماجی ہم آہنگی کے فروغ میں مدد ملے گی-

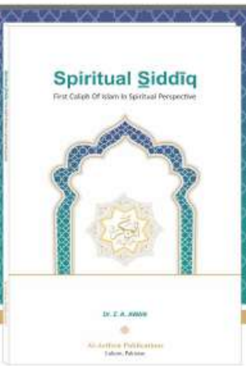

اسلام کے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی حیات مبارکہ پر ڈاکٹر زیڈ اے اعوان کی جامع اور فکری تحریر جس میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی اسلام اور مسلمانوں کیلئے خدمات، آپ کی عظیم فتوحات اور شاہکار کارناموں کے علاوہ قرآن مجید و احادیث مبارکہ کی روشنی میں آپ (رضی اللہ عنہ) کے فضائل و شمائل اور کرامات کو احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے-

A MEANINGFUL STRUGGLE
INTERNATIONAL STANDARD

اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے
نایاب اور مستند تحفہ

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان
پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com